

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لَا شَيْءَ بَعْدِي زَاوِسَانِ خُدا اَست
پَرْدَه نَامُوسِ دینِ مُصطفیٰ اَست

فَاذْكُرُوا نَحْمَ الْمُرُورِ كَا تَحْجُلُوكَ

العاقب الاول

جمادی الاول ۱۴۳۰ھ
مئی ۲۰۰۹ء

مُحَمَّدٌ عَلَمٌ لِقَطْرِ خَادِمِ حُسَيْنِ رَضَوِی

زیر سر پتی



اکارِید

ملک عزیز زانگوں کے تصرف میں

دہشت گردی کے خوفناک سائے سرحد بلوچستان اور قبائلی علاقوں سے ہوتے ہوئے اسلام آباد اور پنجاب میں داخل ہو گئے ہیں۔ دہشت گردی کے پھیلنے ہوئے اس لاقانونی سلسلے میں شدت پسندوں کا بنیادی ہتھیار ”خودکش حملے“ ہیں۔ یوں تو خودکش حملوں کا سلسلہ 2002ء میں شروع ہوا لیکن جولائی 2007ء کے لال مسجد آپریشن کے بعد خودکش حملوں میں خوفناک حد تک اضافہ ہوا ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق 2002ء سے اب تک تقریباً 154 خودکش حملے ہو چکے ہیں اور ان میں 859 افراد ہلاک ہوئے ہیں۔

ایک طرف عوام خودکش حملوں سے پریشان ہے تو دوسری طرف امریکہ نے بے دریغ ڈرون حملوں کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ امریکی ڈرون حملوں کا ہدف پہلے قبائلی علاقے تھے اور اب ان حملوں کا سلسلہ چترال اور بلوچستان تک پھیلنے کی باتیں ہو رہی ہیں۔ اب تک تقریباً 60 ڈرون حملے 700 سے زائد پاکستانی فوجی چکے ہیں۔

بلوچستان میں ڈرون حملوں کی دھمکی اور وہاں موجودہ حالات انتہائی سنگین مرحلے میں داخل ہو گئے ہیں۔ امریکہ، بھارت، افغانستان اور اسرائیل کی مدد سے انتہائی شرمناک منصوبے کی تشکیل میں

فہرست

3 اکارِید مدیر علامہ حافظ خادم حسین رضوی	6 مشق جوہرہ لکھنوی کے مین حضرت فیروز دہلوی رضی اللہ عنہ علامہ حافظ خادم حسین رضوی	10 جشن صد سالہ مبارک کنز الایمان! تذیم احمد قادری نورانی
11 اسلام میں عورت کا مقام علامہ محمد عظیم شرف قادری	18 سوات میں نظام عدل کا نفاذ محمد وحید نور	22 آج کے ابو جہل انصار عباسی
25 اسلام خواتین کے محقق کا ضامن بنت فضل بیگم	29 ماں کے نام عبداللہ	30 حسین احمد مدنی از تحریک پاکستان حامد میر
40 مرزا قادیانی رشید کنگوہی کا مروجہ صالح سارہ علی محمد امین قادری خٹکی	61 دارالافتاء اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی	64 بزم اطفال مدیر

نوٹ: ہضمون نگار کی رائے سے ادارے کا اتفاق ضروری نہیں۔

اس ناپاک منصوبے کے تحت پاکستان کو 1971ء جیسے حالات سے دوچار کر کے افغانستان سے الگ کر کے افغانستان سے الحاق کروانا یا خود مختار حیثیت دلوانا ہے۔

امریکہ کو اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے ہمیشہ ایک بنی بنائی کہانی میسر رہتی ہے۔ افغانستان کی صورت میں یہ شب خون مارنا ہو یا تیل اور معدنی ذخائر سے بھر پور عراق پر قبضہ کرنا ہو ایک رام کہانی ہے۔

امریکی کہانی کے مطابق امریکہ کو بلوچستان میں ملا عمر اور اس کے ساتھیوں کی موجودگی کا اگلا ٹارگٹ بلوچستان ہے۔ اس امر کی کہانی کا پس منظر تقریباً اسی طرح ہے جس طرح عراق پر حملے سے قبل تھا۔ امریکہ کو عراق کی طرح بلوچستان میں ملا عمر سے کوئی غرض نہیں بلکہ اس کا اصل ہدف بلوچستان کے سونے، تانبے اور دیگر قیمتی معدنیات کے وافر ذخائر ہیں۔

اس لیے اس لحاظ سے پاکستان کے سب سے بڑے صوبہ بلوچستان میں معدنیات کا اندازہ اس سے لگا یا جاسکتا ہے کہ اس کے صرف ایک ضلع چاغی کے علاقے ”ریکوڈیک“ میں دنیا کے سب سے زیادہ سونے اور تانبے کے ذخائر ہیں جن کی مالیت کا اندازہ تقریباً 60 ارب ڈالر ہے۔ 11 مئی 2000ء کے معروف امریکی اخبار واشنگٹن پوسٹ کے مطابق ان ذخائر کا بڑا حصہ سونا نکالنے والی ایک چھوٹی کمپنی ”بیرک گولڈ“ نے خرید لیا ہے۔

بلوچستان میں شورش برپا کرنے کے لیے ایک طرف امریکی ایجنٹ کارفرما ہیں تو دوسری طرف 1989ء میں قائم ہونے والی پاکستان دشمن بھارتی خفیہ ایجنسی ”را“ (RAW) پوری طرح متحرک ہے۔ ان کی علاقوں میں نام نہاد طالبان اور بلوچستان میں ناراض بلوچ پاکستان دشمنوں کا خاص ہتھیار ہے۔ ان ملک دشمن عناصر انہیں اپنے مفادات کی بحیثیت چڑھارہے ہیں۔

ایک مشہور اور پر امن پاکستان کسی طرح بھی امریکہ اور یہودیوں کے مفادات میں نہیں ہے۔ ان کی پوری کوشش ہے کہ پاکستان میں کہیں نہ کہیں یہی مشہور اور نام نہاد دشمنوں کے خلاف

جنگ میں اسے مصروف رکھا جائے گا یا کہ مقاصد تو یہودیوں کے پورے ہوں اور گردنیں ہماری فوج اور عوام کٹوائے۔ امریکہ کو اس وقت اس جنگ میں سب سے زیادہ ضرورت بھی کرائے کے مسلمان فوجیوں کی ہے۔ ایسے مسلمان فوجیوں کی جو غیروں کی جنگ لڑتے ہوئے اپنے ہی مسلمان بھائیوں کی گردنیں کاٹیں۔

کون نہیں جانتا کہ سابق سپر پاور روس کے نیچے اوہیڑنے والے لوگ امریکہ کی نظر میں مجاہدین تھے اور انہیں اسلحہ بھی امریکہ کی طرف سے فراہم ہوتا ہے۔ آج وہی مجاہدین امریکہ کے سپر پاور بننے کے بعد ”دہشت گرد“ کیوں ہیں؟

حکمران اقوام متحدہ کے سفیر کی بازیابی میں اہم کردار ادا کرنے والے ”بی این پی“ کے تین رہنماؤں کے قاتلوں کو کیوں بے نقاب نہیں کر رہی؟ براہمداغ بگٹی کے بھارت سے تشویش ناک حد تک بڑھتے ہوئے روابط کو کیوں بے نقاب نہیں کرتی؟ بمبئی حملوں کی طرز پر ہونے والے سری لنکن ٹیم پر حملے اور 30 مارچ کو سانحہ مناواں کے پس پشت ممالک و عناصر کو بے نقاب کیوں نہیں کرتی؟ خوف اور غلامی کی ایک حد ہوتی ہے لیکن ہمارے حکمران اس حد کو عبور کرتے ہوئے مردہ حالت میں پہنچ چکے ہیں۔

پاکستانی حکمرانوں کو جان لینا چاہیے کہ اس خطے میں شاہ ایران اور مشرف سے زیادہ امریکہ کا خیر خواہ کوئی نہیں رہا۔ اس خیر خواہی کے باوجود ان کو امریکہ بچا نہیں سکا اور وہ اس کی راہ نکلے رہ گئے۔ اس لیے اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ حکمران امریکی غلامی کا طوق گلے سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اتار پھینکیں اور تمام سیاسی و مذہبی جماعتوں کو متحد کر کے عوام کے ہمنوا ہو جائیں وگرنہ تاریخ میں پھر کسی اور رنگیلے، میر صادق، میر جعفر، شاہ ایران یا پرویز کا اضافہ ہو جائے گا۔



عشق جسور اور فقر غیور کے امین
فیروز دہلوی
حضرت

قسط اول میں بیان کیا گیا تھا حضرت فیروز دہلی رضی اللہ عنہ کی تلبیہ اہمہ اللہ فی اور آپ بھی انسل تھے۔
آپ شاہ حبشہ احمد نجاشی رضی اللہ عنہ کے بھانجے اور یمن کے رہنے والے تھے۔ حضرت فیروز دہلی رضی اللہ عنہ
نے 9 یا 10ھ میں اسلام قبول کیا۔ قبول اسلام سے قبل آپ رضی اللہ عنہ کے عقد میں دو حقیقی بہنیں تھیں جن میں
سے ایک کو آپ نے نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق الگ کر دیا اور دوسری کو اپنے عقد میں باقی رکھا۔

گزشتہ قسط میں بارگاہ نبوی ﷺ میں ایک وفد کی آمد کا تذکرہ کیا ہے۔ صاحب فتوح البلدان نے اس وفد کے متعلق لکھا ہے کہ ”فیروزان دوسواروں میں سے ایک تھا جن کو بازام نے ابرویز کے ہم سے رسول اللہ ﷺ کو لانے کے لیے بھیجا تھا۔ جب یہ دونوں مدینہ مبارکہ پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آج کو شیر و بن ابرویز نے خسر و ابرویز کو قتل کر دیا ہے۔ یہ سن کر دونوں بازام کے پاس واپس آئے اور جب یہ سنا کہ یہ سچ ہے تو خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر اسلام لائے اور بعد میں بازام کو اسلام لایا اور اس کی وجہ سے ابناء صنعاء بھی اسلام لائے۔“

﴿یَا اَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللَّهَ سُبْحَانَ مَا کُنْتُمْ تُعْبَدُونَ﴾

۱۔ فیروز دہلوی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے زہیب کے متعلق دریافت کیا۔ حضرت نے فرمایا رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ قال: يا رسول الله فقلنا: يا رسول الله ان لنا اعباء، فما نضع بها؟ قال: اضعها قلنا: فما نضع بالزبيب؟ قال: أنتبذوه على غذاكم وأنبلوه في

۱. تاریخ ایران، ج ۱، ص ۱۴۳.

الشنان ولا تبذروا في القلال فإنه اذا تأخر عن عصره صار خلا ١٠

لسان مبارک ﷺ سے اسود و مسیلمہ کے دجل کی خبر

نبی کریم ﷺ نے ۸۷ یا ۸۸ھ میں ایک خواب دیکھا اور بعض روایات کے مطابق یہ خواب ایام علالت کا ہے۔ اس خواب میں نبی کریم ﷺ نے دیکھا کہ آپ نے دونوں ہاتھوں میں سونے کے نگلن پہن رکھے ہیں۔ آپ نے ان سونے کے نگلنوں کو نفرت و ناپسندیدگی کی نظر ڈالی تو وہ دونوں نگلن غائب ہو گئے۔

جب صبح ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے اس خواب کا ذکر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے کیا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ اس خواب کی تعبیر سے بھی ہمیں مطلع فرمائیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ دو فتنے اسلام کے خلاف ایسے اٹھیں گے جن کا رخ میری جانب ہوگا۔ مگر دونوں فتنوں کو اہل اسلام نیست و نابود کر دیں گے۔ ان میں سے ایک فتنہ تو یمن کی جانب سے اٹھے گا اور دوسرا ایمامہ کی طرف سے اٹھے گا۔

اصح الكتاب بعد القرآن "البخارى" میں امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے قصۃ الاسود العنسی کا باب قائم فرما کر آخر میں اس خواب کو بیان فرمایا ہے کہ ﴿وَأَنى لَا رَاكٍ الذی اریت فیہ ما اریت و هذا ثابت بن قیس و سیجیجیک عنی فانصرف النبى ﷺ قال عبید اللہ بن عبد اللہ سالت عبد اللہ بن عباس عن رؤیا رسول اللہ ﷺ الّتی ذکر فقال ابن عباس ذکر لی ان رسول اللہ ﷺ قال بینا انا نائم اریت انه وضع فی یدى سوادان من ذهب ففطعتُهُمَا و کرهتُهُمَا فاذن لی فنَفَخْتُهُمَا فطَارَا فاوَّ لَتُهُمَا کذا بین یخرجان فقال عبیدا لله احدهما العنسی الذی قتله فیروز باليمن والاخر مسیلمة الکذاب﴾ ۲

(نبی کریم ﷺ نے مسیلہ کو فرمایا کہ) میں تو سمجھتا ہوں کہ تو وہی شخص ہے جو خواب میں مجھ کو بتلایا

في الجداول رقم ١٠٠٠

۱. بخاری، رقم: ۱۳۹۹

کا تھا۔ میری طرف سے ثابت بن قیس تجھ سے گفتگو کریں گے۔ یہ فرما کر آپ ﷺ لوٹ گئے۔ عبید اللہ بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباس سے پوچھا کہ وہ خواب کیا ہے جس کا نبی کریم ﷺ نے فرمایا تو ابن عباس نے بتایا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایک ہار میں سورہ ہاتھ کے میں نے (اس ہار میں) دیکھا کہ میرے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن پہنا دیے گئے ہیں۔ میں گھبرا یا اور مجھے وہ معلوم ہوئے۔ پھر مجھے (غیب سے) کہا گیا کہ ان کو پھونک دو۔ میں نے پھونک ماری تو وہ اڑ گئے۔ اس کے تعبیر میں (نبی کریم ﷺ) نے یہ بھی کہ کنگنوں سے مراد دو جھوٹے شخص ہیں جو یہاں ہوں گے۔ عبید اللہ نے کہا ہے کہ یہ دونوں شخص اسود غنسی اور مسیلہ کذاب تھے۔ اسود غنسی کو یہ لڑنے یمن میں مار ڈالا۔

نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ میں مدعیان نبوت

علامہ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر القرطبی علیہ الرحمۃ خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت قاسم کی ایک روایت نقل کرتے ہیں جس میں انہوں نے نبی کریم ﷺ کی حیات طاہرہ میں کذابین مدعیان نبوت کا ذکر فرمایا ہے۔

عن القاسم بن محمد بن ابی بکر قال: اول ردة كانت من الاسود العنسی واسمه عبهلة بن كعب، وكان يقال له ذو الخمار، لانه زعم ان الذي ياتي به ذو خمار، ومسيلمة اسمه ثمامة بن قيس، وكان يقال له رحمان، لان الذي كان ياتي به زعمه رحمان. وطلحة بن خويلد الاسدي كان يقال ان الذي ياتي به ذو النون. وكلهم ظهر قبل وفاة النبي ﷺ.

نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری کے بعد پہلے پہل جس شخص نے دعویٰ نبوت کیا وہ اسود غنسی تھا۔ اس کا اصل نام عبہلہ بن کعب تھا اور لوگوں میں ذوالخمار یعنی اوڑھنی والا مشہور تھا۔ اس کے کان گدھے

کے کان سے مشابہت رکھتے تھے اس لیے ذوالخمار بھی کہلاتا تھا۔ دوسرا شخص مسیلہ تھا۔ اس کا نام ثمامہ بن قیس تھا اور (ایام جہالت میں) خود کو رحمان کہلاتا تھا۔ اسے رحمان یمامہ ہونے کا زعم تھا لیکن یہ کذاب یمامہ بن گیا۔ تیسرا شخص طلحہ بن خویلد الاسدی تھا۔ اس کے دعویٰ کے مطابق اس کے پاس ذوالنون نامی فرشتہ تھا۔ ان تینوں نے نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ میں ہی دعویٰ نبوت سے متعلق اپنی کذب بیانی شروع کر دی تھی۔

﴿جاری ہے﴾



غزل قطع بند

انبیاء کو بھی اجل آتی ہے مگر ایسی کہ فقط آتی ہے
پھر اسی آن کے بعد ان کی حیات مثل سابق وہی جسمانی ہے
زوح تو سب کی ہے زندہ ان کا جسم پُر نور بھی روحانی ہے
اوروں کی روح ہو کتنی ہی لطیف ان کے اجسام کی کب ثانی ہے
پاؤں جس خاک پہ رکھ دیں وہ بھی روح ہے پاک ہے نورانی ہے
اس کی ازواج کو جائز ہے نکاح اس کا ترکہ بڑے جو فانی ہے
یہ ہے حق ابدی ان کو رضا صدق وعدہ کی قضا مانی ہے



اسلام میں عورت کا مقام

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

اللہ تعالیٰ کی بے شمار مخلوقات میں سے انسان سرفہرست ہے۔ زمین کی تمام چیزیں اسی کے لیے پیدا کی گئیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وخلق لکم ما فی الارض جمیعاً﴾ اللہ تعالیٰ نے زمین کی تمام چیزیں تمہارے لیے ہی پیدا کی ہیں۔

اسی لیے انسان کو اشرف المخلوقات کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کی بقا کا اتنا زبردست انتظام کیا ہے کہ بے شمار جنگوں اور حادثوں کے باوجود زمین کی سطح پر اب بھی تقریباً پانچ ارب انسان بس رہے ہیں۔

انسانی زندگی کے لیے مرد اور عورت دو پہیوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسلام نے جہاں مرد کو بہت سی عزتیں اور سرفرازیاں عطا کی ہیں وہیں عورت کو بھی بڑے اعزاز و اکرام سے نوازا ہے۔ آئندہ سطور میں ہم ان عظمتوں کی ایک جھلک پیش کرنا چاہتے ہیں جو اسلام نے عورت کو عطا کی ہیں۔ اس سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ اسلام میں عورت کا مقام کیا ہے؟

قدیم یورپ بلکہ دنیا میں عورت کی کوئی قدر و قیمت نہیں تھی، قدیم علماء اور فلاسفہ اس قسم کی بحثوں میں ذہنی توانائیاں صرف کرتے رہے کہ کیا عورت میں بھی روح ہوتی ہے؟ اگر اس میں روح ہوتی ہے تو وہ انسانی روح ہے یا حیوانی؟ اگر انسانی روح ہے تو مرد کے مقابلے میں اس کا صحیح معاشرتی مقام کیا ہے؟ کیا عورت پیدا انہی طور پر ہی مرد کی غلام ہے یا اس کا مقام غلام سے کچھ اونچا ہے؟

جشن صد سالہ مبارک سالہ

کنز الایمان!

نذیم احمد قادری نور الدین

سو برس ہے جہاں میں ترا جاری فیضان
نام قرآن کے تراجم میں ہے اونچا تیرا
تجھ کو دیکھے سے ہوا کرتی ہیں روشن آنکھیں
ہے سلاست بھی، روانی بھی، عبارت میں تیری
ہیں فصاحت کے، بلاغت کے گلینے جس میں
تیری تحریر کے اسلوب میں ہیں رنگ ایسے
جو تفاسیر ہیں رانج، تو ہے اُن سب کا نچوڑ
تجھ کو آداب مراتب کا ہے پاس اور لحاظ
تجھ میں ہیں عشق محمد ﷺ کے حدائق کے پھول
تجھ کو ناموس رسالت کا تحفظ پا کر

اسی صد سالہ مبارک سالہ ہے کنز الایمان!
رہے ہیں ہم سب کا، ہے بڑی تیری شان
تجھ کو پا کر سے ہوا کرتا ہے تازہ ایمان
اہل علم و فضل سے ہے قلب نور رضا کا احسان
علم و حکمت کے نورانوں کی ہے تو ایسی کان
دیکھ کر ان کو ہوتی فوج بھی حیران
تیرے الفاظ جوں کرتے ہیں مافی القرآن
ہے ادب ہو تو کسی کا، یہ نہیں تیری شان
جن کی گہمت سے مہکتے ہیں قلوب و آذنان
یہ ندیم مخلصانہ گیا تیرے قربان



قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”اے انسانو! اپنے آپ کو اپنے لیے نہ بنو۔ تم میں ایک جان پیدا کیا اور اسی سے اس کی شریک حیات بنائی اور ان دونوں کے لیے حیات کا سہرا پیدا کیا اور بہت سی عورتیں پیدا کیں۔“ ۱

عورت کا یہ کتنا بڑا اعزاز ہے کہ اسے انسانیت کی عمارت کے دو ستونوں میں سے ایک ستون قرار دیا گیا ہے اور اسے جان و مال، عزت و آبرو اور مال و جائیداد کے حقوق سے برابر دیے ہیں۔ لہذا یہ کہنا کسی طرح بھی صحیح نہیں کہ دونوں میں کلی مساوات ہے۔

لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کا خاتمہ

اسلام کی آمد سے پہلے لڑکی کی پیدائش کو اتنا برا سمجھا جاتا تھا کہ لڑکی کا باپ اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے منہ دکھانے کے قابل نہیں سمجھتا تھا۔ قرآن پاک میں ہے کہ ”جب ان میں سے کسی ایک کو لڑکی کی پیدائش کی اطلاع دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ (مارے شرم کے) سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ جل بھن جاتا ہے۔ وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اُس بیٹی کو برا جاننے کی وجہ سے جس کی اسے اطلاع دی گئی ہے (اور وہ سوچتا ہے کہ) ذلت برداشت کر کے اسے اپنے پاس رکھ لوں یا زمین میں گاڑ دوں۔“ ۲

بہت سے بد بخت تو ایسے تھے جو گڑھا کھود کر زندہ بچیوں کو اس میں دبا دیتے تھے۔ قرآن پاک میں ہے ”اور جب زندہ دفن کی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ میں قتل کی گئی؟“ ۳

یہ تو اسلام نے اس رسم بد کا خاتمہ کیا اور بیٹی کو بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت قرار دیا۔ ایک خادمہ بڑی خوش خوش جا رہی تھی۔ کسی نے پوچھا بڑی خوش ہو کہاں جا رہی ہو؟ اس نے بتایا کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی ہے اس کی اطلاع دینے جا رہی ہوں۔ پوچھنے والے نے دوبارہ سوال کیا کہ اتنی بڑی خبر لے کر جا رہی ہو تو خوشی کس بات کی؟ اس نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ کے ہاں پہلے بھی بیٹی پیدا ہوئی تھی تو انہوں نے اس وقت بھی خوشی منائی تھی۔

فاتح مصر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا مشہور واقعہ ہے کہ انہوں نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مصر سے خط لکھا کہ دریائے نیل کا پانی خطرناک حد تک کم ہو جاتا ہے اور اس کا علاج یہ کیا جاتا ہے کہ ایک دو شیزہ کو آرتہ و پیرا ستہ کر کے دریا کے سپرد کر دیا جاتا ہے تب اس کا پانی معمول کی سطح تک پہنچ جاتا ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سختی کے ساتھ اس ظالمانہ رسم سے منع کیا اور ایک پرچہ دریا کے نام لکھ کر دیا، وہ دریا میں ڈالا گیا تو راتوں رات اس کے پانی میں سولہ ہاتھ کا اضافہ ہو گیا اور اس کے بعد وہ دریا کبھی خشک نہیں ہوا۔

عصمت فروشی کی ممانعت

اسلام سے پہلے عورت کی کوئی قدر و قیمت نہیں تھی، اس کی حیثیت صرف اتنی تھی کہ اس کے ذریعے حیوانی خواہشات پوری کی جائیں اور چند سکے اس کے دامن میں ڈال دیے جائیں۔ ایسی صورت میں رشتوں کا تقدس کیسے قائم ہو سکتا تھا اور خاندانی نظام کیسے برقرار رہ سکتا تھا؟ وہی صورت آج یورپ کے مادر پدر آزاد معاشرے میں پیدا ہو چکی ہے۔ یہ اسلام ہی تھا جس نے پیغام دیا ”اے محبوب! فرما دیجیے کہ میرے رب نے کھلی اور خفیہ بدکاریوں کو حرام قرار دیا ہے۔“ ۱

صرف یہی نہیں بلکہ زنا کاری پر شدید سزائیں مقرر کیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج چودہ سو سال گزرنے کے باوجود مشرق میں مغرب جتنی بے حیائی نہیں ہے۔ ماں باپ بوڑھے ہو جائیں تو یورپ کے لوگ انہیں ”اولڈ ہاؤس“ میں جا کر جمع کر دیتے ہیں تاکہ ہمارے رنگ میں بھگ نہ ڈالیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔“ اور یہ بھی فرمایا کہ ”ماں باپ تیرے لیے جنت بھی ہیں اور دوزخ بھی“ یعنی ان کی خدمت کر کے تم جنت حاصل کر سکتے ہو اور انہیں ناراض کرو گے تو دوزخ کا ایندھن بنو گے۔

ہے۔ اسی طرح ماں باپ اور قرہبی رشتے داروں کے ترکے میں عورتوں کا بھی حصہ ہے اور دوسری جگہ فرمایا "مردوں کے لیے ان کی کمائی کا حصہ ہے اور عورتوں کے لیے ان کی کمائی کا حصہ ہے۔" اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اسے اپنی ملکیت میں تصرف کرنے کے لیے باپ، بیٹے، بھائی یا شوہر کے واسطے کی ضرورت نہیں ہے۔

عالمی زندگی

عورت کی زندگی کا اہم مسئلہ شادی اور نکاح ہے۔ اس میں اس کی آزادی کا یہ عالم ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "بیوہ کا نکاح نہ کیا جائے یہاں تک کہ اس سے صراحتاً اجازت لی جائے اور کنواری کا نکاح نہ کیا جائے یہاں تک کہ اس سے اجازت لی جائے۔" عرض کیا گیا اس کی اجازت کس طرح ہوگی؟ (وہ تو بولے لگی نہیں) فرمایا اس کی خاموشی ہی اجازت ہے۔ ۱

یورپ نے عورت کو یہ حق بہت بعد میں یعنی اٹھارویں صدی میں دیا اسی طرح اسلام سے پہلے عورت اپنے شوہر کی پابند ہوتی تھی اور شوہر کو اس پر کلی اختیار حاصل ہوتا تھا۔ اس کا شوہر اگر نامزد خنسی و مقطوع الذکر، مجنون یا عرقیہ کا قیدی ہوتا تو ان حالات میں انجیل (بائبل) میں اس کی خلاصی کی کوئی صورت نہیں تھی سوائے اس کے کہ وہ ناجائز گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرے۔ ۲

لیکن اسلام نے اسے آزادی دی ہے کہ شوہر نے اسے جو حق مہر وغیرہ دیا ہے اسے واپس کر کے خلع کر لے اور اس طرح طلاق حاصل کر لے یا اگر اس کا شوہر حقوق زوجیت ادا نہیں کر سکتا تو قاضی اس کا نکاح کیسلس کر دے گا۔

اسلام سے پہلے عورت بے کسی اور مظلومیت کی تصویر مجسم تھی۔ شوہر اسے طلاق دے دیتا اور

۱۔ مشکوٰۃ صفحہ: ۲۷۰

۲۔ سورۃ النساء: ۳۴

۳۔ سورۃ النساء: ۳۴

۴۔ متی: باب: ۱۹، آیت: ۹

۵۔ متی: باب: ۱۹، آیت: ۹

عورت کا مقام

بعض لوگ اپنی جہالت کی بنا پر غریب یا گنہگار کو مذکورہ بالا آیتوں سے قرآن کا حکم نکالنے کے لیے روئے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔ ارشاد ہوا ہے "وَمَا يَنْبَغِي لِلْعَرِيسَةِ أَنْ تَخْتَارَ" اور انہیں ہو سکتا ہے وہ اللہ کے نزدیک مستحکم اور محفوظ ہو جائیں اور عورتوں کا تختہ ستر نہ اڑائیں ہو سکتا ہے وہ ان سے بہتر ہوں۔ ایک حدیث ہے "وَالْمَرْءُ رَأْسُ بَيْتِهِ كَمَا أَنَّ اللَّهَ رَأْسُ الْكَوْنِ" ان آیات میں مردوں کی طرح عورتوں کی عزت گھٹنے کی حالت میں قائم رہنی چاہیے۔ اسلام نے مردوں سے بڑھ کر عورتوں کی پرابہوئی کی حفاظت کا احکام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اے ایمان والو! اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے گھروں میں مداخلت حاصل نہ کر لے اور اہل خانہ کو اسلام کہنے کے بغیر داخل نہ ہو۔ ۱

اسی طرح آخرت کے اجر و ثواب میں بھی عورتیں مردوں کے برابر ہیں۔ ارشاد ہوا ہے "اللہ نے ان کی دعا کو قبول کر لیا کہ میں تم میں سے کسی مرد یا عورت کے مثل کو مباح نہیں کر دوں گا۔" ۲

وراثت اور جائیداد کا حق

اسلام میں مرد کی طرح عورت بھی اپنے والدین، شوہر اور دوسرے رشتے داروں کی وراثت میں حصے دار بنتی ہے اور اپنی ملکیت (بصورت کرٹری ہو یا جائیداد) میں تصرف کرنے کا اختیار رکھتی ہے۔ غرخت کرنے کو کرائے پر دے، ہبہ کر دے، بچے پر دے، فرض جس طرح کا تصرف کرنا چاہے اسے براہ راست اختیار ہے۔ اسلام کی طرف سے عورت کو یہ حقوق مل جانے کے گیارہ سو سال بعد بھی یورپ میں اسے قانونی طور پر یہ حقوق حاصل نہیں تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ماں باپ اور قرہبی رشتے دار جو مال چھوڑ جائیں اس میں مردوں کا حصہ

۱۔ سورۃ النور: ۱۱

۲۔ سورۃ النور: ۲۴

۳۔ سورۃ آل عمران: ۱۵۵

جس کی مدت ختم ہونے والی ہوتی تو اس سے رجوع کر لیتا اور یہ سلسلہ ان گنت طلاقوں تک پہنچتا تھا۔ اسلام نے اعلان کر دیا کہ دو طلاقوں کے بعد تو رجوع ہو سکتا ہے تیسری دفعہ طلاق دے کر دوبارہ رجوع نہیں ہو سکتا۔ ۱

اس طرح شوہر کے فوت ہو جانے کے بعد اس کے وارث اس کی بیوی کے حق دار ہوتے تھے۔ جس سے کوئی چاہتا تو اس سے نکاح کر لیتا چاہتا تو کسی دوسرے سے نکاح کر دیتا اور اگر چاہتا تو اس کا نکاح نہ کرتا یعنی وہ شوہر کے وارثوں کے رحم و کرم پر ہوتی تھی۔ خود اسے یا اس کے رشتے داروں کا کوئی اختیار نہیں ہوتا تھا۔

اسلام نے صاف اعلان کر دیا کہ تمہارے لیے حلال نہیں ہے کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث کی باؤ۔ ۲

اسلام سے پہلے یہ بھی رواج تھا کہ باپ کے فوت ہو جانے کے بعد اس کا بیٹا اپنی سوتیلی ماں کے ساتھ نکاح کر لیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”تمہارے باپ دادا نے جن عورتوں سے نکاح کیا ہے ان کے ساتھ نکاح نہ کرو۔“ ۳

ذیل میں چند احادیث مبارکہ درج کی جاتی ہیں جن سے بیوی کے ساتھ حسن سلوک کا سبق ملتا ہے۔

۱ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری خالہ کو تین طلاقیں دے دی گئیں اس نے ارادہ کیا کہ کھجور کے درختوں کا پھل اتارے کسی شخص نے اسے گھر سے باہر لکھنے سے منع کیا۔ اس نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا ”تم پھل اتار سکتی ہو۔ اس طرح ہو سکتا ہے کہ تم کچھ صدقہ دیا کوئی اور نیک کام کرو۔“ ۴

۲ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے

۱ بخاری شریف ص ۶۵۸

۲ سورۃ النساء ۳۴

۳ سورۃ النساء ۳۴

۴ سورۃ النساء ۳۴

ساتھ تھی تو میں نے آپ کے ساتھ دوزگاری اور لگے نکل گئی۔ پھر جب میرا جسم کسی قدر بھاری ہو گیا تو پھر دوزگاری اب نبی اکرم ﷺ آگے نکل گئے۔ آپ نے فرمایا ”چلو حساب برابر ہو گیا۔“ ۱

۲ چند مثنوی مسجد نبوی میں فن حرب کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا ان کا مظاہرہ دیکھو گی؟ وہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے کھڑی ہو گئیں اور آپ نے انہیں اپنی چادر میں چھپا لیا اس طرح کافی دیر تک وہ مظاہرہ کر رہی تھیں۔ (منہج ما) ۲

ان احادیث مبارکہ کا مطالعہ کیجیے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں اسلام تو عورتوں کو قید بنی کر رکھتا ہے وہ حقیقت حال سے بے خبر ہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ اسلام حاجت یا ضرورت کی بنا پر عورت کو گھر سے باہر نکلنے سے منع نہیں کرتا۔ ہاں اسلام یہ بتاتا ہے کہ جن شخص کو اپنے جسم اور حسن کی نمائش کرتے ہوئے دور جاہلیت کے طریقے پر مست لگو۔ ۳

۱ دروغ و محولہ العصر للرحمہ رب



انصافی مقابلہ

۱ علی حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی نے اپنی کس عظیم الشان تصنیف میں ختم نبوت کے حوالے سے ۱۱۲۰ احادیث اور اس کے منکر پر ۳۰ نصوص سے فقرہ حکم ثابت فرمایا ہے؟

۲ مجاہد تحفظ ناموس رسالت غازی علم الدین شہید کی نماز جنازہ کس عاشق رسول ﷺ نے پڑھائی؟

۳ درست جوابات دیے والے خوش نصیبوں کو اگلا شمار بالکل غری ہے

۴ جواب نوٹ کرو انہیں صرف عصر تا غروب 4370406-0321

۵ بخاری شریف ص ۶۸۱

۶ مشکوٰۃ شریف ص ۶۸۱

علاقوں میں شورش پکڑ رہی جس نے مقامی آبادی کی زندگی ابھیر کر دی اور اس شورش سے لاکھوں لوگ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ چنانچہ اس شورش زدہ ماحول اور انصاف کی تاخیر سے فرائضی نے مقامی لوگوں کو ایک مرتبہ پھر اسلامی نظام عدل کے نفاذ کے مطالبے پر مجبور کیا اور بالآخر عوام کا یہ مطالبہ موجودہ دور حکومت میں پورا ہوا۔

اس نظام عدل کے نفاذ کے مرکزی محرکین میں دیوبندی مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے صفوفی محمد بھی شامل ہیں۔ 1980ء کی دہائی میں صفوفی محمد جماعت اسلامی کے سرگرم رکن رہے اور خان بابا کو نیشنل ایکشن ہیٹھ صفوفی محمد نے 1994ء میں سوات میں ”تحریک نفاذ شریعت محمدی“ کی بنیاد رکھی اور مقامی علاقے کا جو میں مسلح بغاوت کی۔ امریکہ کے افغانستان پر حملے کے بعد صفوفی محمد اپنے ساتھیوں سمیت افغانستان گئے اور اوبسی پر پکڑے گئے اور مئی 2008ء میں 7 سال بعد رہا ہوئے۔ یاد رہے صفوفی محمد کی تنظیم پر 12 جنوری 2002ء کو حکومت پاکستان نے پابندی عائد کر دی تھی۔

16 فروری 2009ء کو ایک امن معاہدہ ہوا جس کے نتیجے میں امن بحال ہونا تھا اور اس کے بدلے میں صوبائی حکومت نے نظام عدل ریگولیشن نافذ کرنا تھا۔ جہاں کن حد تک سوات میں امن معاہدے کے بعد امن بحال ہوا اور صوبائی حکومت کے شدید دباؤ پر قومی اسمبلی کو 13 اپریل کو یہ مسودہ پاس کرنا پڑا اور صدر کے دستخط کے بعد یہ عملی طور پر نافذ بھی ہو گیا ہے۔

اس معاہدے کے تحت مالاکند ڈویژن کے اضلاع سوات، بونیر ڈیرہ، کوئٹہ، کٹار، پختونیا اور ضلع چترال سمیت ہزارہ ڈویژن کے اضلاع کوہستان میں شرعی عدالتیں قائم ہوں گی اور اپیل کے لیے سوات میں مرکزی سطح پر سپریم کورٹ کی طرف کی ایپیلٹ کورٹ ”دارالقضاء“ قائم کی جائے گی جس کی سربراہی خود صفوفی محمد کریں گے۔ قاضی ایپنا فیصلہ قرآن و سنت اور اجماع و قیاس کو مد نظر رکھ کر کرے گا۔

درجن بالا تمام باتیں بظاہر بڑی خوش آئند اور سادہ معلوم ہوتی ہیں لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ ان عدالتوں کی اپنی قانونی حیثیت کیا ہوگی؟ ان شرعی عدالتوں کے چیف جسٹس (قاضی القضاہ) صفوفی محمد کی

سوات میں نظام عدل کا نفاذ

محمد وحید نور

14 اگست 1947ء کو دنیا کے نقشے پر جو ملک ”پاکستان“ کے نام سے معرض وجود میں آیا اس میں مالاکند انجمن کی ریاستیں سوات، چترال اور ڈیرہ شامل نہیں تھیں۔ 1968ء میں ایوب خان کے دور میں ان ریاستوں کا الحاق پاکستان سے ہوا۔ الحاق سے قبل ان ریاستوں میں معاشرتی تنازعات مسلح کو شرعی قانون کے تناظر میں حل کیا جاتا تھا لیکن الحاق کے فوراً بعد شرعی قانون کی جگہ انگریزوں کے بنائے گئے قوانین نے لے لی۔

اس انگریزی قانونی نظام کا حتم اس وقت منظر عام پر آیا جب سوات اور دیگر علاقوں کے عوام کے چھوٹے چھوٹے مسائل کا حل دنوں اور مہینوں سے بڑھ کر سالوں میں ہونے لگا۔ مقامی عدالتوں سے سیشن کورٹ اور ہائی کورٹ سے سپریم کورٹ تک کے چکر دوں سے عوام اس قدر تھکے ہو گئے تھے کہ انہوں نے دوبارہ اسلامی نظام عدل کا مطالبہ کر دیا۔ ریلج صدی تک انگریزوں کی نظام قانون کے نفاذ کے تجربے میں ناکامی کے بعد مقامی لوگوں کے پر زور مطالبے پر بے نظیر دور کی صوبائی حکومت نے 1994ء میں اورڈنر انٹرپرائز ریفرنڈم دور کی صوبائی حکومت نے 1999ء میں ”نظام عدل ریگولیشن“ پیش کیا گیا۔ ان دونوں ادوار میں نظام عدل مرکزی حکومت کی منظوری حاصل نہ کر سکا اور عوام میں پھیلی ہوئی بے چینی تیز سے تیز تر ہوتی رہی۔

11 ستمبر 2001ء کے بعد کی شریف امریکہ دہشت گردی کے پورے حالات کو سامہ آ رہا تو ملی علاقوں کو بالخصوص متاثر کیا۔ امریکہ نے ایک منظم سازش کے تحت قومی عدالتوں اور عدالتوں سے ملحق دیگر

پامال کرنے والے اور مذاق کی حد تک اس کی تحقیر کرنے والے نہ جانے کیوں مفتی و مجتہد کی کرسی پر بیٹھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ شرعی معاملات کی بازاری انداز میں یوں تحقیر تاریخ اسلام میں کم ہی ملتی ہے۔

اس وقت ہر شخص شرعی مسئلے میں رائے دینا اپنا پوری حق سمجھتا ہے اور اپنی پسند و ناپسند کی بنیاد پر شرعی معاملات کی تشریح کرتا ہے۔ یہ جہلاء و مرکب پلوں، بلڈنگوں کی تعمیر ریل گاڑی، جہاز کے ڈیزائن اور سڑکوں کی تعمیر پر اعتراض کیوں نہیں کرتے؟ اس کی صاف وجہ یہ ہے کہ یہ تمام امور ان کی فیلڈ سے تعلق نہیں رکھتے۔ ان امور پر تو کوئی ماہر انجینئر یا ڈاکٹر ہی رائے دے سکتا ہے لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ شرعی معاملات میں یہ قاعدہ کیوں نہیں اپنایا جاتا؟

عیسائیت میں جس طرح مارٹن لوتھر اصلاح عیسائیت کا علم لیے کھڑا ہوا تھا اسی طرح اسلام میں بھی لندن، گوجرانوالہ اور لاہور کے کچھ خردماغ (الطاف راشدی، غامدی وغیرہ) اصلاح اسلام کا بیڑا اٹھانا چاہتے ہیں۔ ہماری ان نام نہاد اعلیٰ دماغوں کو درخواست ہے کہ وہ اصلاح اسلام کا پیچھا چھوڑیں اور اپنی شخصی اصلاح فرمائیں۔ پاکستانی عوام پر ان کا یہ احسان عظیم ہوگا۔

جس وقت میڈیا میں اسلامی قوانین کے خلاف ہنگامہ برپا تھا اس وقت سپریم کورٹ آف پاکستان نے احسن قدم اٹھاتے ہوئے اس واقعہ کا فوری ایکشن لیا اور تحقیقات کا حکم دیا۔ مقررہ تاریخ پر نہ تو وہ لڑکی پیش کی جاسکی اور نہ ہی اس کا شوہر لایا جاسکا۔ قابل غور پہلو یہ ہے کہ سپریم کورٹ میں اس فلم کو ایشیو بنانے والا میڈیا اور این جی اوز سوالات کا جواب دینے سے ہی قاصر رہے۔ اے این پی (A.N.P) کے رہنما زاہد خاں نے اس واقعہ کے متعلق بتایا کہ 15 روز قبل ایک این جی او نے معاہدہ ختم کرنے کی خاطر دباؤ والا مگر صوبائی حکومت کی طرف سے خواتین کی توہین کے ثبوت مانگنے پر خاموشی اختیار کر لی گئی اور 15 روز بعد اس این جی او نے سازش کے تحت یہ فلم الیکٹرانک میڈیا کے حوالے کی۔ لہذا اب سپریم کورٹ کے اس خوش آئند قدم اور صوبائی حکومت کے رہنما کے بیان کے بعد اس تنازعہ فلم کی حقیقت سب پر عیاں ہو گئی ہے۔

اپنی علمی، عملی اور ذاتی سوچ و فکر کیا ہے؟ اسلامی نظام عدل سے کسی مسلمان کو انکار نہیں لیکن کیا سوات اور دیگر علاقوں کی یہ نوزائیدہ عدالتیں شریعت اسلامیہ کو مد نظر رکھیں گی یا ایک مخصوص طبقہ فکر کی نمائندہ و ترجمان ہوں گی؟ ہمیں معلوم ہونا چاہیے اور یہ جاننا ہمارا حق ہے کہ صوفی محمدان کے تمام ساتھیوں اور ان کے مقرر کردہ ججوں (قاضیوں) کو ان کے اپنے مسلک کے کن کن مفتیان کرام کی حمایت حاصل ہے تاکہ ہمیں کم از کم اتنا علم تو ہو کہ قاضی صاحب خود بھی صاحب علم و فضل ہیں یا نہیں نوازا گیا ہے۔

حکومت کی نیت صاف ہے تو کم از کم شریعت اسلامیہ اور اسلامی قوانین کا مذاق نہ بنوایا جائے اور قاضیوں کے منصب پر بلا تفریق مسلک اہل لوگوں کو ہی نافذ کیا جائے وگرنہ یہ اسلام کی ترجمانی نہیں بلکہ آپ کے حلقہ احباب کی فکر و سوچ کی ترجمانی ہوگی۔ اس فکر و سوچ کی ترجمانی ہوگی جس کی مخالف پاکستانی مسلمانوں کی اکثریت ہے۔

پاکستانی عوام کو بھی یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اسلامی نظام حیات زندگی کے تمام شعبوں کا احاطہ کرتا ہے لہذا نظام عدل کا نفاذ کرنے والے اگر کسی غلط فہمی یا سازش کا شکار ہو گئے تو یہ کمی قیامت تک باقی رہنے والے دین میں کمی نہیں ہوگی بلکہ اس کے نفاذ میں کوتاہی کرنے والوں کی کمی ہوگی۔ امن معاہدے کے بعد اور نظام عدل کے نفاذ سے قبل ایک تنازعہ فلم چلوائی گئی۔ اس تنازعہ فلم کی آڑ میں اسلام دشمن قوتوں نے جی بھر کر اپنے خبیث باطن کا مظاہرہ کیا۔ اس فلم کو الیکٹرانک میڈیا پر چلانے کی دیر تھی کہ ہر طرف سے طوفان بدتمیزی بہا ہو گیا۔ واقعہ کی حقیقت جانچنے کی بجائے اس فلم کی آڑ میں شریعت اسلامیہ کے قوانین کا مذاق الایا جانے لگا۔ اس واقعے کو لے کر اسلام دشمن قوتیں حدود و انتہا کے خلاف صف آراء ہو گئیں۔

ہمیں انسانی حقوق کی تنظیموں اور این جی او (NGOS) کے جاہلانہ رویے پر افسوس نہیں کیونکہ ان میں سے اکثر کا ایجنڈا ان مذہب سے نفرت اور دوری ہے۔ ان کی قیادت ان کے ان مذہب سے نفرت اور دوری ہے۔ ان کی قیادت ان کے ان مذہب سے نفرت اور دوری ہے۔ ان کی قیادت ان کے ان مذہب سے نفرت اور دوری ہے۔

آج کے ابو جاہل

میں ایک لڑکی کو کوڑے مارنے کی ویڈیو جاری کر کے غیر مرئی طاقتوں کی مدد سے اس کی ملاقاتی اور امن کے قیام کے خلاف ایک ایسی تحریک کا آغاز کر دیا گیا جس کی وجہ سے اس کی زندگی بے امن بن گئی۔ اس کی کوشش کے علاوہ مسلمانوں کے عقیدے کو نشانہ بنایا گیا۔ اس کی اطلاع ہے کہ یہ واقعہ کہاں ہوا، کب ہوا، کس کے حکم پر ہوا، کس جرم کی پاداش کے طور پر ہوا، اس کے بارے میں اب تک ایک شور برپا ہو گیا۔ اب تک لڑکی کے جرم کے بارے میں کچھ بھی نہیں کہا جا رہا ہے کہ یہ واقعہ چار ماہ سے ایک سال پہلے وقوع پذیر ہوا تھا۔ اس کی اطلاع ہے کہ اس واقعے کے بارے میں کوئی ایسی ٹیم لیکن تنقید کا نشانہ 26 جنوری

۱۰۔ یہاں پر ایک اور بات یاد رکھنی چاہیے کہ اگرچہ پاکستان میں مذہبی اور سیاسی جماعتوں کی ایک بڑی تعداد ہے، لیکن ان کی تعداد اور اثر و رسوخ ان کے بیان کردہ اور بیان کردہ کے خلاف ہے۔ حکومت پاکستان کی طرف سے ان کی تعداد اور اثر و رسوخ کو کم کرنے کے لیے کئی اقدامات کیے گئے ہیں۔

26 کو ہونے والے امن معاہدہ

کو سبوتاژ کرنا آیا کوئی بیرونی سازش کا نتیجہ تو نہیں۔ نظام عدل سے پہلے سوات میں جنگل کا قانون تھا اور حکومت کی کوئی رٹ نہیں تھی۔ ایسے حالات میں کچھ افراد کے متنازعہ عمل کی بنیاد پر امن معاہدے کو کیسے تنقید کا نشانہ بنایا جاسکتا ہے۔ اسلام میں شرعی قوانین کے نفاذ کی ذمہ داری ریاست کی ہوتی ہے اور لوگوں کو یہ کھلی چھٹی نہیں دی جاسکتی کہ وہ اپنی مرضی کی شریعت نافذ کریں۔

ایسے گمراہ جاہلوں کے لیے جو اللہ کے قانون کے بارے میں یاواگوئی کرتے ہیں ان کی اطلاع کے لیے سورۃ النور کی پہلی دو آیتوں کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ”ایک سورۃ ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے اور اسے فرض کیا ہے اور اس میں کھلی روشن اور واضح آیات نازل کی ہیں تاکہ تم انہیں یاد رکھو۔ بدکاری کرنے والی عورت اور بدکاری کرنے والا مرد ان دونوں کو سو سو کوڑے مارو اور اگر تمہیں اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان ہے تو اللہ کے دین کے معاملے میں تمہیں ان پر کوئی ترس نہیں آنا چاہیے اور ان کی سزا کے وقت مومنوں کی ایک جماعت سامنے موجود رہے۔“ اسی سورۃ کی آیت نمبر 4 کا ترجمہ یوں ہے کہ ”جو لوگ پاکباز عورتوں پر الزام لگائیں پھر چار گواہ نہ پائیں تو انہیں اتنی اتنی درے لگاؤ اور آئندہ کے لیے ایسے الزام لگانے والوں کی شہادت ہرگز قبول نہ کرنا کیونکہ یہ برے لوگ ہوتے ہیں۔ ان آیات کو پڑھنے سے سب معاملہ واضح ہو جاتا ہے۔ نہایت ہی عام فہم اور سادہ انداز میں اللہ تعالیٰ نے بدکاری کے جرم پر حد نافذ کی اور ساتھ ہی شرائط بیان کر دیں۔

قرآن میں ایک جگہ شادی شدہ مرد اور عورت کے بدکاری کرنے پر رجم (یعنی سنگسار) کی حد نافذ کی گئی ہے۔ مغرب سے مغلوب طبقہ کے لیے یہ سزائیں نعوذ باللہ وحشیانہ ہو سکتی ہیں مگر اسلام میں Outside marriage اجنبی مرد اور عورت کے درمیان جنسی تعلق کی کوئی گنجائش نہیں۔ اگر غیر قانونی اور غیر اسلامی جنسی تعلقات پر ایسی سزائیں نہ رکھی جائیں تو مغرب کی طرح ہمارا معاشرہ بھی جانوروں کا معاشرہ بن کر رہ جائے گا۔ دین میں لوگوں کو اس جرم کا ارتکاب کرنے والے لوگوں کو سزا ملنے پر رحم اور ترس کھانے سے منع کیا گیا ہے۔ سرعام سزا دینے کا مقصد اس طرح کے جرائم کی روک

میں نے دیکھا کہ جب بھی اور جہاں بھی شریعت کا نفاذ ہوا اسلامی سزاؤں کی وجہ سے جرائم کی روک تھام ہوئی۔

کولمبیا والا یہ کیسے سوچ سکتا ہے کہ 70 ماؤں سے بھی زیادہ محبت کرنے والا اللہ تعالیٰ اپنے بچوں کے لیے طالبان سزائیں تجویز کر سکتا ہے۔ کیا ہمیں معلوم نہیں کہ اسلامی ممالک میں قاتل اور دہشت گردوں کو موت کی سزا دی جاتی ہے تو دنیا اس طرح کیوں نہیں جیتی؟

انسانی حقوق کی لڑائی میں مغربی ایجنڈے کی پیروی کرتی ہیں۔ اسلام اور انسانی حقوق کے خلاف پروپیگنڈہ کے لیے ان NGO,s کو بھرپور طریقے سے استعمال کیا جاتا ہے۔ ان کے مقاصد انسانی حقوق کے قیام امن کے لیے کئے گئے نظام عدل کے خلاف امریکہ اور مغرب کے دہشت گردوں کی قوتوں کی طرف سے پاکستان کے حکمرانوں پر مسلسل دباؤ ڈالا گیا تھا کہ انسانی حقوق کی لڑائی میں نظام عدل ایکٹ پر دستخط نہ کریں۔

اس ملک کا مغرب پسند طبقہ ذرا غور کرے کہ پچھلے ایک ڈیڑھ سال میں کس بے دردی سے انسانی حقوق کے خلاف کام کیا گیا ہے؟ سو سو سالوں کی تاریخ میں قتل عام ہوا، سو سو سالوں میں فوجی آپریشن نام کام رہا جبکہ حکومت کی رٹ مکمل طور پر ٹوٹ چکی۔ بیوروکریسی کے اسکولوں کو تباہ کر دیا گیا تھا اور مکمل دہشت کا قانون لاگو تھا۔ ایسے میں سو سو سالوں کی تاریخ میں قتل عام ہوا، سو سو سالوں میں فوجی آپریشن نام کام رہا جبکہ حکومت کی رٹ مکمل طور پر ٹوٹ چکی۔ بیوروکریسی کے اسکولوں کو تباہ کر دیا گیا تھا اور مکمل دہشت کا قانون لاگو تھا۔ ایسے میں سو سو سالوں کی تاریخ میں قتل عام ہوا، سو سو سالوں میں فوجی آپریشن نام کام رہا جبکہ حکومت کی رٹ مکمل طور پر ٹوٹ چکی۔ بیوروکریسی کے اسکولوں کو تباہ کر دیا گیا تھا اور مکمل دہشت کا قانون لاگو تھا۔ ایسے میں سو سو سالوں کی تاریخ میں قتل عام ہوا، سو سو سالوں میں فوجی آپریشن نام کام رہا جبکہ حکومت کی رٹ مکمل طور پر ٹوٹ چکی۔

اسلام خواتین کے حقوق کا ضامن

بنت فضل بیگ مہر

شاعر مشرق ڈاکٹر محمد اقبال بہت منفرد انداز میں باحیا اور غیرت مند مسلمان عورت کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز دروں
آئیے! ہم عورت کے حقوق پر بات کرتے ہیں کہ عورت کو بلند مرتبہ اور وقار کس نے عطا کیا؟
عورت کو شرافت و پاکیزگی کس نے عطا کی؟ عورت کو حقوق کس نے عطا کیے؟ عورت کے حقوق کی تکمیل کس نے کی؟

درج بالا سوالات کا جواب صرف ”اسلام“ ہے۔ عورت کو بلند مرتبہ و وقار شرافت و پاکیزگی اور حقوق صرف اور صرف اسلام نے عطا کیے ہیں۔ اسلام وہ واحد مذہب ہے جس نے عورت کو ذلت کی گھاٹیوں سے نکال کر عزت کی راہ پر گامزن کیا۔

اسلام سے پہلے عورت کی جو اہمیت تھی۔ آئیے تاریخ کے اوراق پلٹتے ہوئے اس کی ایک جھلک ملاحظہ کرتے ہیں۔ اسلام سے قبل عورت کو صرف مرد کی ہوسنا کیوں کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ روم جو اپنی ثقافت اور تمدن سے شہرہ آفاق تھا وہاں بھی عورت کی کوئی وقعت نہ تھی۔ شوہر کو اپنی بیوی کو مارنے اور قتل کرنے کا اختیار تھا۔

یونان میں علم و فلسفہ کی ترقی عروج پر پہنچ چکی تھی۔ اس کے باوجود عورت کو جائیداد منقولہ سمجھا جاتا تھا اور دوسروں کو عاریتاً دی جاتی تھی۔

ایران میں عورت مرد کی ادنیٰ خادمہ تصور کی جاتی تھی۔ اس کی تذلیل اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتی تھی

کہ بیٹیوں اور بہنوں سے نکاح جائز سمجھا جاتا تھا۔

ہندوستان میں عورت شوہر کے تابع سمجھی جاتی تھی۔ بیوہ ہونے پر عقد ثانی کا حق نہ تھا۔ وراثت سے محروم تھی۔ اس کے علاوہ سنی کی رسم بھی عام تھی۔

عرب میں مانئیں وراثت کے طور پر تقسیم کی جاتی تھیں۔ دختر کشی کا رواج عام تھا۔ اسلام نے عورت کو عزت کا تاج پہنایا۔ وراثت میں حصہ دار ٹھہرایا، مہر کا حق دار بنایا اور اس کا ہر حق اسے دلایا۔ عورتوں کے لیے سب سے بڑی اعزاز کی بات یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن پاک میں

ارشاد فرماتا ہے: ”اور ان سے اچھا برتاؤ کرو“۔

اگر ہم اپنے گرد و پیش پر نظر دوڑائیں تو عورت آج بھی اپنے حقوق کی جنگ لڑ رہی ہے۔ ہر سال عالمی سطح پر عورت کے حقوق کا دن Women Day منایا جاتا ہے۔ ہر جگہ عورت کی ہی صدا بلند ہوتی ہے کہ اس کو حقوق نہیں مل رہے۔ کیا اسلام نے جو مرتبہ پاکیزگی اور حقوق عورت کو دیے ہیں اس سے بڑھ کر بھی کوئی حقوق باقی ہیں؟ کبھی کسی نے غور کیا کہ کس طرح کے حقوق کون سے حقوق اور کیسے حقوق کا مطالبہ کیا جاتا ہے؟

آئیے! ان حقوق کی طرف جو مسلمان عورت چاہتی ہے۔ آج کی نام نہاد مسلمان عورت چاہتی ہے کہ فلم کے سیٹ پر ناچنے سے اس کو نہ روکا جائے کیونکہ یہ فن کا مظاہرہ ہے۔ اسٹیج پر ناچنے سے نہ روکا جائے کیونکہ یہ ثقافت ہے۔ نائٹ کلبوں میں ناچنے سے نہ روکا جائے کیونکہ یہ اس کی آزادی ہے۔ ہمیں عریاں لباس میں سر عام مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنے سے نہ روکا جائے کہ یہ ترقی ہے اور مخلوقِ تعلیم سے نہ روکا جائے کیونکہ ہم جدید تعلیم سے آراستہ ہو رہے ہیں۔

آج کی نام نہاد مسلمان عورت اور اس کے مطلوبہ حقوق اور پھر یہ حقوق مہذب معاشرے کے وجود پر جو رنگ بکھیرتے ہیں وہ کسی کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں۔

اے کاش! کوئی کہہ دے مل کر یہ باغباں سے

گل مطمئن نہیں ہیں ترتیب گلستاں سے

آپ سوچیں غور کریں کہ آج کی نام نہاد مسلمان عورت جب بن سنور کر عریاں لباس پہنے جواتا فٹ اور تنگ ہو کہ سانس لینا دو بھر ہو جائے۔ شلوار کا حکم مردوں کیلئے تو یہ ہے کہ ٹخنوں سے اوپر رکھیں لیکن مردوں نے چھپا لیے اور عورتوں نے ٹخنے تو کیا پنڈلی سے بھی اوپر شلوار کر لی۔ اس کے علاوہ دوپٹہ تو نظر ہی نہیں آتا اور نظر آئے گا بھی کیسے جب ہوگا تو نظر آئے گا؟

اب اس طرح کا لباس پہن کر عورت جب گھر سے نکلتی ہے تو کیا اس کا غیرت مند باپ اس کا غیرت مند بھائی اور اس کا غیرت مند شوہر کیا اس عریاں تو تھوڑے کو نہیں دیکھتے جو باہر کے مردوں کو دعوتِ نظارہ دینے کے لیے نکل رہی ہوتی ہے۔

جی ہاں! بالکل دیکھتے ہیں مگر کیا کریں کہ یہ سب دنیا کی محبت کے نشے میں اندھے ہو چکے ہیں اور اس عورت کو کیا پرواہ جس کو حقوق نسواں اور آزادی نسواں کی شراب نے اپنے نشے میں مست کر دیا ہے۔ اس کی مستی سے معاشرہ برائی کی جانب گامزن ہے اور یہ سچ ہے کہ اگر عورت باپردہ ہو جائے تو معاشرے سے برائی کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔

آج عورت جب گھر سے باہر نکلتی ہے تو سب کی میلی نظریں اس کا تعاقب کرتی ہیں۔ کوئی بھی اس کو ماں، بہن اور بیٹی کی نظروں سے دیکھنے کو تیار نہیں۔ اس کی بنیادی وجہ ”بے پردگی“ کو اختیار کر کے خود کو ذلت کی گھاٹیوں میں دھکیلنا ہے۔ اگر عورت گھر سے باپردہ ہو کر نکلے تو کسی کی مجال نہیں کہ وہ اسے بری نظر سے دیکھے بلکہ ہمارے معاشرے میں باپردہ عورت جب گھر سے باہر مجبوری باہر نکلتی ہے تو مردوں کی نگاہیں عزت و احترام سے جھک جاتی ہیں۔ باپردہ عورت کو لالچائی ہوئی نظروں سے نہیں دیکھا جاتا۔ اس پر فقرے بازی نہیں کی جاتی۔ اس کو ستایا نہیں جاتا کیونکہ یہ حکمِ خداوندی ہے کہ اسے نیکی سے اپنی راہ لے اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فریاد و کاپنی چادروں کا ایک

حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں۔ یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

آج کی مسلمان عورت اپنا محاسبہ کرنے کہ وہ کس حد تک قرآن کی اس مذکورہ بالا آیت پر عمل پیرا ہے۔ مسلمان عورت نے حقوق نسواں اور آزادی نسواں کا نعرہ لگا کہ خود کو بے حیائی اور بے غیرتی کے راستے پر ڈال دیا ہے جہاں اس کی عزت کی دھجیاں بکھیری جا رہی ہیں۔

ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں کہ ”جس قوم نے عورتوں کو ضرورت سے زیادہ آزادی دی وہ کبھی نہ کبھی ضرور اپنی لطیفی پریشیمان ہوئی ہے“۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری مسلمان عورتوں کو پردہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



گزشتہ شمارے کے جوابات

۱) امت مسلمہ کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چوتھے آسمان پر زندہ اٹھالیے گئے ہیں اور قرب قیامت میں نماز فجر یا عصر کے وقت دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی مینار پر دوبارہ تشریف لائیں گے۔ جب آپ تشریف لائیں گے تو شریعت عیسوی پر عمل نہیں فرمائیں گے بلکہ شریعت محمدیہ پر بحیثیت امتی عمل پیرا ہوں گے اور دوبارہ تشریف آوری کے بعد پہلی نماز امام مہدی کے اقتداء میں ادا فرمائیں گے۔

۲) امت مسلمہ کا سب سے پہلا اجماع عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ پر ہوا۔

۳) اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خاں بریلوی کے خلیفہ حضرت علامہ پروفیسر محمد الیاس برنی کی شہرہ آفاق تصنیف ”قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ“ نامی کتاب کو قادیانی امر زانی مذہب کا انسائیکلو پیڈیا ہونے کا شرف حاصل ہے۔

﴿درست جوابات دینے والے خوش نصیب﴾

﴿حافظ عمر فاروق اسلام آباد، محمد صدیق دارالعلوم انجمن نسواں، ضلعی احمد پشاور﴾



موت کی آغوش میں جب تھک کے سو جاتی ہے ماں
فکر میں بچوں کی کچھ اس طرح گھل جاتی ہے ماں
اوڑھتی ہے خود تو غربتوں کا بوسیدہ کفن
روح کے رشتوں کی گہرائیاں تو دیکھیے
جائے کتنی برف سی راتوں میں ایسا بھی ہوا
اپنے پہلو میں لٹا کر اور طوطے کی طرح
گھر سے جب بھی دور جاتا ہے کوئی نور نظر
کا نپٹی آواز سے کہتی ہے بیٹا الوداع
لوٹ کے جب بھی سفر سے گھر آتے ہیں ہم
دقت آخر ہے اگر پردیس میں نور نظر
پیار کہتے ہیں کسے اور مانتا کیا چیز ہے
سال بھر میں یا کبھی ہفتے میں جمعرات کو
موت کی آغوش میں جا کر سکوں تھوڑا سا پا جاتی ہے ماں
نوجواں ہوتے ہوئے بھی بوڑھی نظر آتی ہے ماں
چاہتوں کا بیڑ بن بچوں کو پہناتی ہے ماں
چوٹ لگتی ہے ہمارے اور چلاتی ہے ماں
بچہ تو چھاتی پہ ہے گیلے میں سو جاتی ہے ماں
اللہ اللہ ہم کو رٹواتی ہے ماں
ہاتھ میں قرآن لے کر در پہ آ جاتی ہے ماں
سامنا جب تک رہے ہاتھوں کو لہراتی ہے ماں
ڈال کے ہاتھیں گلے میں سر کو سہلاتی ہے ماں
اپنی دونوں پتلیاں چوکھٹ پہ رکھ جاتی ہے ماں
کوئی ان بچوں سے پوچھے جن کی مر جاتی ہے ماں
زندگی بھر کا صلہ ایک فاتحہ پاتی ہے ماں





محترم حامد میر صاحب 23 جولائی 1966ء کو معروف کالم نگار پروفیسر وارث میر کے گھر پیدا ہوئے۔ پروفیسر وارث میر پنجاب یونیورسٹی لاہور کے شعبہ جرنلزم کے استاذ تھے۔ محترم حامد میر نے گورنمنٹ سنٹرل مڈل سکول لاہور، گورنمنٹ سائنس ڈگری کالج لاہور، گورنمنٹ کالج لاہور اور پنجاب یونیورسٹی لاہور سے تعلیم حاصل کی۔

1987ء میں حامد میر روزنامہ جنگ اور 1996ء میں روزنامہ پاکستان میں خدمات سر انجام دیں۔ دسمبر 2001ء میں حامد میر نے افغانستان کے تور اور پراپہڑوں میں اسامہ بن لادن سے ملاقات کی اور انٹرویو ریکارڈ کیا۔ دسمبر 2002ء میں حامد میر نے معروف نشریاتی ادارے سے جنگ گروپ سے تعلق قائم کیا جو تادم تحریر قائم ہے۔

محترم حامد میر صاحب مرزائیت، قادیانیت کو اسلام و پاکستان کے لیے حقیقی فتنہ گردانے ہیں اور گاہے بگاہے تحفظ شریعت، نبوت اور رد قادیانیت پر اپنے قلم کو حرکت میں لاتے ہوئے بارگاہ خاتم النبیین ﷺ میں حاضری لگواتے ہیں۔ مقام شتم نبوت کا تحفظ کرنے والے اداروں اور شخصیات کو مفید مشوروں سے نوازتے ہیں۔ عہد پرویز میں پاسپورٹ میں مذہب کے خانے کی بجائی میں آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

گزشتہ دنوں حامد میر صاحب نے تاریخی حقائق کے انبار سے میں سے صرف دو تین کا ذکر کیا تو بعض لوگوں کو سخت ناگوار گزار اور معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ حامد میر کے خلاف تاریخی حقائق بیان کرنے کے جرم میں مظاہرے کیے گئے، قتل کی دھمکیاں دی گئیں اور باقاعدہ شذرے اور مضامین اخبارات و رسائل میں شائع کیے گئے۔

بات بات پر کفر و شرک کے فتوے لگانے والے نہ جانے کیوں اس قدر شخصیت پرستی میں غرق ہو گئے ہیں کہا اپنے ہاتھوں سے دھائے ہوئے ان بتوں کو عقیدت و احترام کی دیوار چادریں اور چولے پہنا کر اسے پوجنا شروع کر دیتے ہیں اور معصوم من انظاہ جانتے ہیں۔

کون نہیں جانتا کہ اس طبقہ کا بانی و سرخیل مولوی قاسم نانوتوی ہی وہ شخص تھا جس نے مرزا قادیانی کو دجال بنانے میں ابتدائی بیڑی مہیا کی۔ قاسم نانوتوی ہی تھا جس نے رسالے زمانہ کتاب تجویز الناس تصنیف کی اور امت کے اجماعی موقف کو تسلیم کر کے طوائف پادہ کوئی کی۔ 1857ء کے غزوہ سوات میں جنھوں نے اسماعیل دہلوی، رشید گیسو، علی احمد علی اور اشرف تھانوی وغیرہ کی ہار گوارا کتاب جہانگیر شاہ میں صریح گستاخیاں اہل علم سے لاشعوبہ تک۔

ان کی گستاخانہ اور کفریہ عبارات سے تو آسمان وزمین لرز جاتے ہیں لیکن ان بتوں کے پیروکار کیوں اس سے مس نہیں ہوتے۔ یہ شخصیت پرستی نہیں تو کیا ہے؟ اگر یہ طبقہ اس قدر اخلاص اسلام اور حسن اسلام ﷺ سے دکھاتا تو مسلمان کبھی تقسیم نہ ہوتے۔

دیوبند کے ہی فرزند گان تھے جنہوں نے تاج برطانیہ سے بیان وفاداری کیا اور تحریک آزادی 1857ء میں ان کی آجکالی کی۔ یہی کرم فرماتے جنہوں نے تحریک خلافت اور تحریک پاکستان کی خم ٹھونک کر مخالفت کی اور پاکستان کو پلیدستان اور قائد اعظم کو کافر اعظم کہا۔ یہی طبقہ تھا جس کے ایک بت نے کہا تھا کہ کسی ماں نے ایسا کوئی لال پیدا نہیں کیا جو پاکستان کی ”پ“ بنا سکے۔ اسی طبقہ فکر کا کرم فرما تھا جسے پاکستان کا نام سننے بھی گھن آتی تھی۔ اسی طبقہ کا ابوالکلام تھا جس نے اپنے ایمان کا دار و مدار اتحاد و سپین اور گاندھی کی رہنمائی کو قرار دیا تھا۔ اسی طبقے کے رہنما تھے جنہوں نے گاندھی کی امامت قبول کی اور اس کے لیے فاتحہ پڑھی۔

اسی طبقے کے مجرور مرکز دارالعلوم کا صد سالہ اجتماع آج بھی ریکارڈ میں محفوظ ہے جس میں دیوبند کے سرخیل بت مشرک اندرا گاندھی کے جلو میں رونق افروز تھے اور نامی گرامی صاحب جبہ وقہ اس کے قدموں میں بیٹھے ہوئے دین فردوسی کی المناک تصویر بنے بیٹھے تھے۔

کون نہیں جانتا کہ مصور پاکستان شاعر مشرق علامہ محمد اقبال کے یہ اشعار کس کے متعلق ہیں۔

غم بنوز نداند رموز دین ورنہ

زدیوبند حسین احمد ایں چہ یو انجھی است

سردو برسر منبر کہ ملت از وطن است

چہ بے خبر زمقام محمد عربی است

بمصطفیٰ برساں خولش را کہ دین ہمہ اوست

اگر چہ اور نرسیدی تمام بولہبی است

ترجمہ: تعجب ہے کہ حسین احمد ابھی تک دین کے رموز نہ سمجھ پایا۔ وہ تو انتہائی حماقت میں مبتلا ہے۔ وہ منبر پر گاتا رہا کہ ملت یعنی دین شریعت تو وطن سے عبارت ہے۔ اسے نبی کریم ﷺ کے مقام و مرتبہ کی کوئی خبر نہیں۔ (اے ایماندار) اپنے آپ کو تو بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں پہنچا دے کیونکہ وہی ذات بالا صفات دین کا دار و مدار ہے۔ اگر تو ان کی خدمت میں نہیں پہنچے گا تو یہی تمام تر ابولہبی ہے۔

درج بالا تمام امور تاریخی حقائق ہیں جنہیں ان شاء اللہ تفصیل بیان کیا جائے گا لیکن حامد میر کی حق گوئی پر سچ پا ہونے والوں سے یہ سوال ہے کہ انہوں نے فکر اسلام کا پڑھا ہے یا دیوبند کا۔ اگر فکر اسلام کا پڑھا ہے تو اسلامی طرز عمل اختیار کرتے اور نہ جانشین رسول ﷺ کے نام سے دھوکے دینے والے کی گستاخانہ اور کفریہ عبارات سے اہل علم سے لاشعوبہ تک۔

میرے دوست جب تمہارے ان خداؤں نے رسول اللہ ﷺ کی ذات عالی شان کا تسخیر اڑایا اس وقت تمہارا عشق اور محبت کہاں تھی؟ چارونا چار ماننا پڑے گا کہ یوں بندیت شخصیت پرستی کا نام ہے نہ کہ اسلام پرستی کا اور یوں بندی دین ان کے گردوں کے گرد گھومتا ہے نہ کہ نبی کریم ﷺ کے گرد۔ اگر احتجاج کرنے والوں کو توڑ پھوڑ کرنے والوں اور کالم لکھنے لکھوانے والوں کو ان امور کا زیادہ شوق ہے تو وہ سب سے پہلے اپنے گریبان میں جھانکیں اور اپنے متعلق فیصلہ کریں۔ اب محترم حامد میر کے کالموں کے مختلف حصے ملاحظہ فرمائیں۔

﴿28 مارچ 2009ء کو محترم حامد میر کا کالم بعنوان ”بلاول کا خیال کیجیے“ شائع ہوا اس کا اہم حصہ

ملاحظہ فرمائیں﴾

یہ خاکسار آپ کو کچھ سازشوں کے بارے میں خبردار کر رہا ہے۔ جسٹس افتخار محمد چوہدری سے خوفزدہ جرائم پیشہ افراد بدستور سازشوں میں مصروف ہیں۔ ان سازشی افراد کو پتہ ہے کہ اگر پرویز مشرف کا احتساب شروع ہو گیا تو پھر بہت سے پوشیدہ راز طشت از بام ہوں گے اور ان سازشی افراد کے مزید کارنامے بھی سامنے آئیں گے لہذا وہ میثاق جمہوریت کو جسٹس افتخار محمد چوہدری کے خلاف ہلورنگوار استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ ان عناصر کا خیال ہے کہ میثاق جمہوریت کے ذریعے جسٹس افتخار محمد چوہدری کو ان کے عہدے سے ہٹانے کی مہم مولانا فضل الرحمن کو شروع کرنی چاہیے کیونکہ وہ ہر قسم کے حالات کے مطابق نت نئے دلائل تراشنے کے فن میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔

مولانا فضل الرحمن سے ہاتھ باندھ کر گزارش ہے کہ وہ خود کو اس معاملے سے دور رکھیں کیونکہ وہ پہلے ہی بہت متنازع ہو چکے ہیں۔ جسٹس افتخار محمد چوہدری کو پی سی او پر حلف کا طعنہ انہیں بھلا لگتا ہے جنہوں نے خود زندگی میں کبھی کسی پی سی او کی حمایت نہ کی ہو۔ مولانا صاحب نے تو خود سترہویں ترمیم کے ذریعے پرویز مشرف کے پی سی او کو آئینی تحفظ دلوانے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ ملکی حالات کا تقاضا یہ ہے کہ وہ قوم میں اتحاد کے لیے کوشش کریں اور ایسی کسی سازش کا حصہ نہ بنیں جو اختلاف و افتراق کی چنگاریاں پیدا کرے۔ جب سے مولانا نے معزول ججوں کی بحالی کے لیے الگ مارچ کو صوابیت کا رنگ دینے کی کوشش کی ہے تب سے کچھ لوگ مسلسل برباد رہے ہیں۔ یہ مولانا صاحب کو سخت

ترین بلکہ منہ توڑ جواب دینے کے لیے ہے۔ ایک وکیل صاحب نے ان کے خلاف انتہائی قابل اعتراض نظم لکھ کر تقسیم کی ہے جس میں ذاتی طور پر مذمت کرتا ہوں۔ اختلاف رائے کا اظہار تہذیب و اخلاق کے دائرے میں رہ کر کیا جائے تو بھلا لگتا ہے لیکن مولانا صاحب نے بھی تو کچھ کم نہیں کیا۔

تحریک پاکستان میں بھی کچھ مولانا صاحبان نے علامہ اقبال اور قائد اعظم کے خلاف طرح طرح کے فتوے صادر کیے۔ نوبت یہاں تک آئی کہ علامہ اقبال کو جمعیت علماء ہند۔ رہنما مولانا حسین احمد مدنی کے خلاف اشعار کہنا پڑ گئے۔ تحریک پاکستان کے ایک نامور مورخ ڈاکٹر محمد جہانگیر تمیمی نے اپنی کتاب ”زوال سے اقبال تک“ میں ایک عجیب قصہ لکھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ 1937ء کے انتخابات میں مفتی کفایت اللہ اور مولانا حسین احمد مدنی مسلم لیگ کی حمایت کے لیے راضی تھے لیکن انہوں نے اس حمایت کے اخراجات کے لیے پچاس ہزار روپے طلب کیے۔ یہ رقم اس زمانے میں بہت زیادہ تھی۔ قائد اعظم یہ مطالبہ پورا نہ کر سکے اور مولانا صاحبان کا نگر لیس کی طرف چلے گئے کیونکہ وہاں سے ان کے مالی تقاضے پورے ہو گئے تھے۔

﴿30 مارچ 2009ء کو شائع ہونے والے کالم ”سنہری موقع ضائع ہو گیا“ کا اہم حصہ ملاحظہ فرمائیں﴾

پچھلے کالم میں بھی اس خاکسار نے علماء کے کردار کی اہمیت پر زور دیا تھا جس پر مولانا احترام الحق تھانوی نے کراچی سے فون کر کے مجھ ناچیز سے اتفاق کیا۔ پچھلے کالم میں ڈاکٹر محمد جہانگیر تمیمی کی کتاب ”زوال سے اقبال تک“ میں مولانا حسین احمد مدنی کے متعلق ایک واقعے کا بھی ذکر تھا جس کے متعلق کئی اصحاب نے استفسار کیا ہے۔ مولانا حسین احمد مدنی اور علامہ اقبال کے درمیان اختلافات کو ڈاکٹر محمد جہانگیر تمیمی نے بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور ابوالحسن اصفہانی کے حوالے سے کچھ دیگر باتیں بھی لکھ ڈالی ہیں۔ میرے ایک پرانے مہربان جناب مولانا فضل الرحمن خلیل نے مولانا حسین احمد مدنی کے متعلق مذکورہ واقعے کے ذکر پر ناگواری کا اظہار کیا ہے۔ مجھے ان کے جذبات کی بڑی قدر ہے۔ ان کی خدمت میں عرض ہے کہ علامہ اقبال جب تک زندہ

ہے انہوں نے کہا

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر

خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

وہ ہندوستانی قومیت کا نظریہ چھوڑ کر مسلم قومیت کا نظریہ اختیار کر چکے تھے جبکہ مولانا حسین احمد مدنی کہتے تھے کہ قومیں اوطان سے بنتی ہیں اور علامہ اقبال کا کہنا تھا کہ قومیں ایمان سے بنتی ہیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا ظفر احمد عثمانی اور دیگر علماء کو حسین احمد مدنی سے اختلاف تھا۔ علامہ اقبال کی وفات کے بعد مولانا مدنی کو یہ اختلاف فراموش کر دینا چاہیے تھا لیکن انٹر ہاؤس اقبال ”زندہ رود“ میں لکھتے ہیں کہ مولانا مدنی نے اقبال کی وفات کے بعد بھی ان پر حملے جاری رکھے۔ یہی وجہ تھی کہ اقبال کی وفات کے بعد ان کا شعری مجموعہ ”ارمغان حجاز“ شائع ہوا تو چودہری محمد حسین نے اس میں مولانا حسین احمد مدنی کے متعلق اقبال کے تنقیدی اشعار شامل کر دیے۔ مولانا فضل الرحمن خلیل کے احترام میں ان اشعار کو بھی یہاں نقل نہیں کرتا اور اگر میری کسی گستاخی سے انہیں یا کسی اور کو تکلیف پہنچی ہو تو ان سے معذرت خواہ ہوں لیکن گزارش یہ ہے کہ وہ پاکستان کے خلاف ہونے والی سازشوں کا ادراک کریں۔

14 اپریل 2009ء کو شائع ہونے والے کالم ”تلخ سچائیاں“ کے چیدہ چیدہ حصے ملاحظہ فرمائیں

ستم ظریفی دیکھیے کہ ہمیں گورنر پنجاب سلمان تاثیر کا آزاد خیال اور لیبرل انگریزی اخبار ”میڈیا ورلڈ“ کہتا ہے اور دوسری طرف جمعیت علمائے اسلام جیسی مذہبی جماعت کے رہنما مولانا فضل الرحمن کے حکم پر بھی ہمارے خلاف مظاہرے کیے جاتے ہیں اور قتل کی دھمکیاں دی جاتی ہیں۔

ایسا ہوتا کہ مولانا فضل الرحمن مجھ ناچیز کے خلاف مظاہرے کرانے کی بجائے امریکی ڈرون ہیکاروں کے خلاف کوئی مظاہرہ نہ کرتے۔ انہیں میرے ایک کالم میں مولانا حسین احمد مدنی کے بارے میں ایک واقعے کے ذکر پر بہت تکلیف ہوئی اور ان کی جماعت مجھے قتل کی دھمکیاں دینے پر آمادہ آئی۔

کاش کہ وہ اس قسم کا رد عمل اسلام آباد کی لال مسجد میں ہونے والے قتل عام پر بھی دکھاتے۔ اس وقت تو مولانا صاحب لندن جا بیٹھے تھے اور پیچھے لال مسجد میں قتل عام شروع ہو گیا۔ مولانا کے چند ہزار ساتھی بھی باہر آ جاتے تو یہ قتل عام رک سکتا تھا۔

مولانا فضل الرحمن نے مولانا حسین مدنی کے صاحبزادے اسعد مدنی کو اپریل 2001ء میں پاکستان بلایا۔ انہوں نے جامعہ خیر المدارس ملتان میں کشمیر کی تحریک آزادی کے خلاف باتیں کیں جس پر انہیں پتھر مارے گئے۔ انہوں نے کہا تھا کہ کشمیر کی تحریک آزادی میں قربانی دینے والے شہید نہیں بلکہ صرف ہندوستان کے باغی ہیں۔ اس بیان پر تنقید میرا جرم ٹھہرا اور مولانا فضل الرحمن ناراض ہو گئے۔ افسوس کہ مولانا صاحب کو کشمیر میں شہید ہونے والوں کا مذاق اڑائے جانے پر تکلیف نہ ہوئی لیکن مولانا حسین احمد مدنی کے صاحبزادے پر تنقید انہیں بہت بری لگی۔

میں اس بحث کو طوالت نہیں دینا چاہتا کیونکہ مولانا فضل الرحمن اپنے مہربانوں کے ذریعے اپنا جواب ”جنگ“ میں شائع کروا چکے ہیں لیکن وہ یہ توقع نہ رکھیں کہ قتل کی دھمکیوں سے مجھے مرعوب کر لیں گے یہ کام تو جنرل پرویز مشرف بھی نہ کر سکا۔ مولانا کے ایک قریبی ساتھی محمد ریاض درانی نے ایک طویل خط مجھے بھیجا ہے انہوں نے طعنہ دیا ہے کہ آپ کے چیف جسٹس افتخار محمد چودہری نے پی سی او پر حلف اٹھایا تھا لیکن آئین پر حلف نہیں اٹھایا آپ نے اس اصولی بات پر ناراض ہو کر لڑا کی عورتوں کی طرح مولانا فضل الرحمن کے ساتھ ساتھ ان کے بزرگوں کی بھی تو بین کر دی۔ درانی صاحب گزارش ہے کہ جس پی سی او پر جسٹس افتخار نے حلف اٹھایا اس پی سی او کو آپ لوگوں نے سترہویں ترمیم کے تحت جائز قرار دلوا دیا۔ اگر جسٹس افتخار مجرم ہے تو آپ کا اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟

محمد ریاض درانی نے بھی ڈاکٹر جہانگیر تنہا کی کتاب میں مولانا حسین احمد مدنی کے متعلق واقعے کی صحت سے انکار کیا ہے کیونکہ ان کے خیال میں اس واقعے کے راوی کلکتہ کے بیوپاری اسماعیلی

فتوے کے مرزا ابوالحسن اصفہانی ہیں جن پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ اصفہانی نہ سہی آپ کو آغا شورش کا شبہ ہی پر تو اعتبار ہوگا۔ ان کی کتاب ”فیضان اقبال“ پڑھ لیجیے جس میں آغا صاحب نے کچھ نیشانت علماء کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے۔ اگر آغا صاحب نے بھی غلط لکھا ہے تو درانی صاحب ثابت کر دیں میں غلطی تسلیم کر لوں گا۔ درانی صاحب نے چند سال قبل اپنے دستخطوں سے مولانا حسین احمد مدنی کے متعلق فرید الوحیدی کی کتاب مجھے عنایت کی تھی اس کتاب میں مولانا شبیر احمد عثمانی اور مفتی محمد شفیع دیوبندی پر سخت تنقید کی گئی ہے کیونکہ یہ دونوں علماء مدنی صاحب کے ناقدین تھے۔ اس کتاب کے صفحہ 553 پر مفتی محمد شفیع کے ایک فتوے کا ذکر ہے جس میں انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کے لیے مسلم لیگ میں شمولیت لازمی اور کانگریس میں شمولیت حرام ہے۔ اس کتاب میں مفتی صاحب کے خلاف جو زبان استعمال کی گئی اس سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا حسین احمد مدنی صرف کانگریس کے حامی مسلمانوں کے لیے محترم تھے پاکستان کے حامی مسلمان ان کے سخت خلاف تھے اور اسی لیے پاکستان بننے کے بعد مدنی صاحب نے پاکستان کو بھی تسلیم نہ کیا۔ محمد ریاض درانی سے گزارش ہے کہ مولانا حسین احمد مدنی کے ”خطبات صدارت“ بھی پڑھ لیں۔ مدنی صاحب نے پاکستان بننے کے بعد بھی قائد اعظم کے بارے میں جو زبان استعمال کی میں اسے دہرانا مناسب نہیں سمجھتا۔ آج پاکستان کا اصل مسئلہ علامہ اقبال اور قائد اعظم کے مخالفین کا دفاع نہیں بلکہ پاکستان کا دفاع ہے۔

13 اپریل 2009ء کو شائع ہونے والے محترم حامد میر کے کالم ”آپ سب کا شکریہ“ کے اہم حصے ملاحظہ فرمائیں

جھوٹ بولنا بہت بڑا گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جھوٹ بولنے والوں پر بار بار لعنت بھیجی ہے۔ خدا انہو است مجھ جیسا دنیا دار اور گناہ گار شخص غلطی سے کسی نے جھوٹ کو سچ سمجھ بیٹھے تو کسی دین دار کو اس کے جواب میں صرف سچ بولنا چاہیے لیکن اس کے آپ کو یہ ارکبے والے کچھ

حضرات جھوٹ کو زبردستی سچ کا لباس پہنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ خاکسار پہلے بھی عرض کر چکا ہے کہ 1937ء میں مولانا حسین احمد مدنی اور مفتی کفایت اللہ کی طرف سے مسلم لیگ کی حمایت کے عوض پچاس ہزار روپے کے تقاضے کے متعلق میں نے اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا ایک کتاب کا حوالہ دیا۔ کتاب کا حوالہ دینے کے جرم میں مجھے کافر اور یہودی ایجنٹ قرار دینے کی کوشش ہو رہی ہے حالانکہ مفتی محمد شفیع دیوبندی نے قیام پاکستان سے قبل کانگریس کا ساتھ دینے کے خلاف فتویٰ دیا تھا اور کانگریس کا ساتھ میں نے ”یا میرے والد یا میرے دادا نے نہیں بلکہ مولانا حسین احمد مدنی نے دیا تھا۔ مفتی محمد شفیع دیوبندی کے فتوے کی روشنی میں دیکھا جائے تو مولانا حسین احمد مدنی اسلام کی جنگ نہیں لڑ رہے تھے بلکہ کانگریس کے ساتھ مل کر مسلم لیگ کے خلاف ایک سیاسی جنگ لڑ رہے تھے اور ان کے بارے میں کسی کتاب کا حوالہ دینا ”نامناسب“ تو قرار دیا جاسکتا ہے لیکن ایسا گناہ نہیں کہ آج کے ”کانگریسی علماء“ مجھے دائرہ اسلام سے خارج کرنے کا اعلان کر دیں۔

ستم ظریفی دیکھیے کہ مولانا سعید احمد جلالپوری نے 12 اپریل 2009ء کے جنگ میں ساڑھے پانچ سال قبل 23 اگست 2003ء کو شائع ہونے والے ایک کالم کا جواب دیا ہے اور مجھے جھوٹا قرار دیا ہے۔ پہلے تو میں یہ سوچ سوچ کر ہنستا رہا کہ یہ مولانا صاحب ساڑھے پانچ سال تک خاموش کیوں رہے؟ پھر جب میں نے یہ ساڑھے پانچ سال پرانا کالم نکال کر پڑھا تو مجھے اڑھادھائی سو ہوا کہ مولانا سعید احمد جلالپوری نے سیاق و سباق سے ہٹ کر کچھ حوالے دیے اور فکری بددیانتی کے ذریعہ قارئین کو گمراہ کرنے کی کوشش کی۔ ”ملا پاور“ کے نام سے لکھا جانے والا یہ کالم دراصل بی بی سی کی ایک دستاویزی فلم کا جواب تھا جس میں کہا گیا تھا کہ ملا اور ملٹری کے اتحاد کی وجہ مسئلہ کشمیر زندہ ہے۔ سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے ملاؤں کی خوشنودی کے لیے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا۔ بی بی سی کی اس دستاویزی فلم کا نام ”ملا پاور“ تھا اور میں نے اس کے جواب میں لکھا کہ ملا کا مسئلہ کشمیر سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ مسئلہ کشمیر کو ملا نے نہیں بلکہ مجاہدین نے زندہ رکھا ہوا ہے۔

میں نے اس کالم میں لکھا کہ پاکستان میں قادیانیوں کے خلاف تحریک 1953ء میں شروع ہوئی۔ میں بھٹو صاحب نے پارلیمنٹ کے ذریعے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا تو یہ ملاؤں کا ایک وفد ایک قومی اتفاق رائے تھا۔ میں نے کشمیر اور افغانستان کے جہاد میں ملاؤں اور مجاہد کے لئے فرقہ بانی کرتے ہوئے لکھا کہ ملا نے جہاد کے نام پر صرف چندہ وصول کیا اور مجاہدین نے جہاد کو سیاست کا شوقین نہیں ہوتا لیکن ملا اپنی سیاست کے لیے مجاہد کی قربانی کو فروغ دینے سے گریز نہیں کرتا۔ میں نے لکھا کہ 2002ء کے انتخابات میں عوام نے امریکہ کی لڑائی میں ملاؤں کو ووٹ دیے کیونکہ انہوں نے کشمیر اور افغانستان کے مجاہدین کا علم اٹھایا تھا۔ عوام کے ووٹ مجاہدین کی قربانیوں کو خراج عقیدت پیش کرنے کا ذریعہ تھے لیکن افسوس کہ متحدہ مجلس عمل نے عوام پر غلط فہمی کا اقتدار حاصل کرنے کے بعد پشاور میں ایف بی آئی کو مجاہدین کے خلاف کاروائیوں کی اجازت دے دی۔

قارئین سے التماس ہے کہ یہ ساڑھے پانچ سال پرانا کالم ضرور پڑھ لیں۔ حق پرست علماء سے انکار ہے کہ اس کالم کو پڑھ کر فیصلہ کریں کہ میں نے جھوٹ لکھا یا سچ لکھا؟ میں نے اس کالم میں عرض کر دیا تھا کہ جمعیت علماء اسلام اور جماعت اسلامی کی قیادت میں اختلافات پیدا ہو چکے ہیں۔ یہ سب سب علم و سیاست کی بعض اہم شخصیات نے امریکی دفتر خارجہ کے عہدیدار رچرڈ ہاس کو ایک خفیہ ملاقات میں تعاون کا یقین دلایا ہے۔ لہذا ”مجاہد فرشتی“ کرنے والے ملا پاکستان میں کبھی پاور نہ بن سکیں گے۔ 2008ء کے انتخابات کے نتائج نے میرے کالم کو درست ثابت کیا۔ متحدہ مجلس عمل یوں ٹوٹی کہ فیصل الرحمن ڈیرہ اسماعیل خان میں اپنے آبائی حلقے سے کیوں شکست کھا گئے؟۔

قومی اسمبلی میں قادیانیوں کے خلاف پہلا پرائیویٹ بل مولانا شاہ احمد نورانی نے پیش کیا۔ بعد ازاں حکومت اور اپوزیشن کے اراکان نے ایک مشترکہ بل پیش کیا جس پر 38 اراکان کے دستخط تھے۔ قومی اسمبلی میں قادیانیوں کے تباہی سے مراد ناصر احمد کوئی اور ملک جرح کے لئے بلایا گیا اور یہ جرح

انارنی جنرل یحییٰ بختیار کرتے تھے۔ مولانا غلام غوث ہزاروی نے اپنی زندگی میں کئی مرتبہ کہا کہ بھٹو نے یہ کام کسی دباؤ پر نہیں بلکہ دینی جذبے کے تحت کیا اور یہی میری گزارش ہے کہ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دلوانا صرف ملاؤں کا نہیں بلکہ ان مجاہدین کا بھی کارنامہ تھا جن کے چہرے پر دڑھی نہ تھی لیکن وہ حرمت رسول کے لیے غازی علم دین کی طرح شہادت کے لیے تیار تھے۔

میں نے علمی انداز میں ایک کتاب کا حوالہ دیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ حوالہ کمزور ہے تو جناب انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے ریکٹر پروفیسر فتح محمد ملک نے اپنی کتاب ”اقبال کا فکری نظام اور پاکستان کا تصور“ میں ایم اے ایچ اصغہانی کی کتاب سے یہ حوالہ دوبارہ کیوں دیا؟ انہوں نے یہیں بس نہیں کیا بلکہ اپنی کتاب میں صفحہ 108 پر ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم کے حوالے سے یہ بھی لکھا ہے کہ ”جن کے علم و تقویٰ پر مدینے کی مہر ثبت تھی ان کی بابت جواہر لعل نہرو کا ایک خط شائع ہو گیا کہ حسین احمد کو اتنے روپے دے چکا ہوں، اب وہ اور مانگتے ہیں۔ نہرو نے ان کے نام کے ساتھ نہ مولانا لکھا نہ جناب نہ صاحب“ یقیناً آپ اس حوالے کو بھی غلط قرار دیں گے۔ میں بھی اسے غلط تسلیم کر لیتا ہوں لیکن جناب آپ بھی تسلیم کریں کہ جواہر لعل نہرو کا ساتھ دینا غلط تھا کیونکہ بعد ازاں اسی نہرو نے مولانا حسین احمد مدنی پر مزید روپے مانگنے کا الزام لگایا۔ پروفیسر فتح محمد ملک نے اعتراف کیا کہ 9 مارچ 1938ء کو روزنامہ احسان میں علامہ اقبال کی وضاحت شائع ہونے کے بعد مولانا حسین احمد مدنی نے خاموشی اختیار کر لی تھی لیکن 23 مارچ 1940ء کی قرارداد لاہور کے بعد مدنی صاحب نے ”متحدہ قومیت اور اسلام“ کے نام سے کتاب لکھ ڈالی اور پھر حضرت اقبال پر تنقید کی۔ اس سلسلے میں گجرات کے بزرگ سید نور محمد قادری کی کتاب ”اقبال کا آخری معرکہ“ پڑھنے کے لائق ہے جس میں انہوں نے تاریخی حوالوں سے مولانا حسین احمد مدنی کی علامہ اقبال اور قائد اعظم کے متعلق گستاخیوں کا ذکر کیا ہے اور جواب بھی دیا ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر کی کتاب ”معتزضین اقبال“ میں بھی کافی تفصیل موجود ہے۔

مرزا قادیانی، رشید گنگوہی کا مرد صالح

علامہ مفتی محمد امین قادری حنفی

ابو عاتقہ مفتی محمد امین قادری 7 نومبر 1972ء کو محمد حسین محمد ابراہیم کے گھر کھارادر کراچی میں پیدا ہوئے۔ عصری علوم کتیا نہ یمن سکول، سندھ مسلم کالج اور کراچی یونیورسٹی سے حاصل کیں۔ 1997ء میں دارالعلوم امجدیہ کراچی سے دینی علوم کی تکمیل کی۔ 1985ء میں روحانی طور پر سلسلہ قادریہ میں امیر دعوت اسلامی پاکستان مولانا محمد الیاس قادری کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔

تعلیم سے فراغت کے بعد کراچی کی کئی مساجد و مدارس میں تدریس کی۔ کافی عرصہ دعوت اسلامی کی مجلس شوریٰ کے رکن اور کچھ عرصہ غالباً گران شوریٰ بھی رہے۔ مفتی محمد امین صاحب انتہائی محنتی، قابل اور شریف النفس انسان تھے۔ مفتی صاحب علیہ الرحمۃ پاکستان کے دور دراز علاقوں کے مدارس کے منتظمین سے ذاتی طور پر رابطے میں رہتے اور ان کی ہر ممکن مدد کرتے۔

عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور تردید قادیانیت کے لیے آپ نے اپنی صلاحیتیں بہت احسن انداز میں صرف کیں۔ تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر آپ کی گرانقدر خدمات کو مد نظر رکھتے ہوئے اکابر علماء آپ کو "شاہین ختم نبوت" کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ سفر حقیقی پر گامزن ہونے سے پہلے آپ نے اکابرین اہلسنت کی عقیدہ ختم نبوت کے ضمن میں لکھی گئی جملہ تصانیف کو یکجا شائع کرنے کا عظیم منصوبہ بنایا لیکن وہ آپ کی حیات مستعار میں پورا نہ ہو سکا۔

20 دسمبر 2005ء کو آپ 36 سال کی عمر میں جہان فانی سے کوچ کر گئے۔ اسی رات آپ کی نماز جنازہ دارالعلوم امجدیہ کے باہر شیخ الحدیث علامہ ضیاء المصطفیٰ اعظمی نے پڑھائی۔ نماز جنازہ میں تاحظ نظر علماء کرام و عوام نے بھرپور شرکت کی۔ اللہ رب العزت حضور خاتم النبیین ﷺ کے طفیل آپ کو کروٹ کروٹ راحت نصیب فرمائے۔

نام نہاد اتحاد دین المسلمین کی دعویدار "مجلس تحفظ ختم نبوت" کے ترجمان "حففت روزہ ختم نبوت" نے اس کی حقیقت فاش کر دی ہے۔ 23 تا 31 جنوری 2009ء کے شمارے میں عبدالحق خان بشیر کے انتہائی متعصبانہ اور دروغ گوئی پٹی مضمون کی کاپی قلم شائع ہوئی۔ موصوف نے مرزا قادیانی کو "مرد صالح" قرار دینے والے رشید گنگوہی کا نام و نامور افواج کرنے کی سعی لا حاصل کی ہے۔ جس طرح عورت کی روش کو ہر کسی دوسری روش کی ضرورت نہیں اسی طرح اس حقیقت کو بیان کرنے کے لیے ہر کسی دوسری روش کی ضرورت نہیں کہ مرزا قادیانی کو ابتدا

دجل کی سیڑھی فراہم کرنے والے عبدالحق خان بشیر کے بڑے ہی تھے۔ کسی نے رسوائی نہ نہ کتاب تحذیر الناس لکھ کر "ختم نبوت" کے اجماعی مفہوم میں نقب لگائی، کسی نے مرزا قادیانی کو مرد صالح قرار دیا، کسی نے مرزا کی عبارتیں پڑھ کر اپنی کتابوں میں نقل کیں، کسی نے قومی اسمبلی میں پیش کی جانے والی قرارداد پر دستخط سے انکار کیا اور کوئی مرزا نیوں سے یاری دوستی اور علاج معالجہ نہ کرتا ہے۔

عبدالحق خان بشیر کس کس کا دفاع کریں گے۔ ان کے باپ سرفراز گھگھڑ دی سے یہ نہیں ہو سکا تو عبدالحق بیچارہ کیا کرے گا۔ بہر کیف خاں صاحب نے مضمون کے شروع میں لکھا ہے کہ "1984ء کا واقعہ ہے کہ ایک غالی فرقہ کی طرف سے "فتاویٰ قادریہ" کے نام سے ایک کتاب منظر عام پر آئی جسے لاہور کے ایک نشریاتی ادارے مکتبہ قادریہ نے شائع کیا اور اسے پورے ملک میں پھیلا یا گیا۔" خاں صاحب غالباً اپنی عینک استعمال کرنا بھول گئے ہیں اس لیے 1984ء میں مکتبہ قادریہ سے شائع ہونے والے فتاویٰ قادریہ پر تنقید پابور ہے ہیں۔ اگر خاں صاحب تقویۃ الایمان، صراط مستقیم، تحذیر الناس، فتاویٰ رشیدیہ اور الامداد وغیرہ کے مطالعے کے وقت استعمال کی جانے والی عینک سے فائدہ اٹھاتے تو 1901ء میں شائع ہونے والا فتاویٰ قادریہ انہیں ضرور میسر آ جاتا۔ فضول پون صدی سے زائد عرصہ آگے جانے کی کیا ضرورت ہے۔

درج ذیل مضمون خاں صاحب کی لن ترانیوں کا باقاعدہ جواب نہیں کیونکہ مضمون کئی سال پہلے لکھا جا چکا ہے لیکن خاں صاحب کی بد قسمتی کہ ان کے ہاتھ کی شافی گولی ہے۔ اگر جناب کو اس سے افادہ ہو تو ٹھیک و گرتہ کپسول انجیکشن، ڈرپ اور آپریشن کا انتظام اور اعلیٰ ماہرین کی خدمات حاصل ہیں۔

مفتی محمد امین قادری علیہ الرحمہ نے یہ مضمون 1901ء میں شائع ہونے والے فتاویٰ قادریہ سے تیار کیا ہے اس وقت خاں صاحب یقیناً ناس دنیا پر نہیں ہوں گے اور غالباً ان کے والد صاحب بھی نہیں ہوں گے لہذا یہ مضمون انتہائی متانت و سنجیدگی سے لکھا گیا ہے۔ مضمون کے شروع میں علماء و مشائخ اہلسنت کی تحفظ ختم نبوت کے ضمن میں علمی و عملی جدوجہد کا اجمالی ذکر بھی ہے ملاحظہ فرمائیں۔

مرزا قادیانی کے گمراہ کن دعووں اور ضلالت و کفریات کے رد میں علماء و مشائخ اہل سنت روز اول ہی سے میدان عمل میں موجود تھے۔ ان میں مولانا غلام دستگیر نقشبندی حنفی قصوری، مفتی غلام قادر چشتی حنفی بھیروی، مولانا فیض الحسن چشتی بہار پوری، مولانا غلام رسول نقشبندی حنفی امرتسری، علامہ قاضی فضل احمد نقشبندی حنفی لدھیانوی، اعلیٰ حضرت مفتی احمد رضا خان قادری حنفی بریلوی، فاتح قادیانیت چرسید مہر علی شاہ چشتی حنفی گولڑوی، علامہ اصغر علی روحی حنفی لاہوری، مولانا نواب الدین رمداسی حنفی، علامہ مولانا کریم الدین دہلوی، چشتی حنفی جہلمی، مولانا محمد حیدر اللہ خان نقشبندی حنفی، علامہ مولانا انوار اللہ صاحب

فاروقی نقشبندی خفی حیدر آباد کن، حجتہ الاسلام علامہ حامد رضا خان قادری خفی بریلوی، مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان صاحب قادری خفی بریلوی، مبلغ اسلام علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی قادری خفی میرٹھی رحمہم اللہ وغیرہ اس مجاذ پر سرفہرست ہیں۔ ان کا برکے شب و روز و جال مرزا کی تردید، مناظرہ، مباحثہ اور مہبلہ میں بسر ہو رہے تھے۔ ان عظیم شخصیات میں خاص کر دو ہستیاں حضرت سید مہر علی شاہ صاحب گلوڑوی اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمہم اللہ ایسی ہیں کہ ان کے تلامذہ و حلقہ کی جماعت ہمیشہ تردید قادیانیت پر کمر بستہ رہی۔ کلمہ حق کہنے کا حال یہ تھا کہ حضرت علامہ مولانا مفتی غلام قادر بھیروی چشتی خفی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۹۰۸ء) نے مسجد کی پیسانی پر ایک پتھر نصب کروادیا تھا جس پر یہ عبارت درج ہے: "باتفاق انجمن حنفیہ و حکم شرع شریف قرار پایا کہ کوئی وہابی رافضی نیچری مرزائی مسجد ہذا میں نہ آئے اور خلاف مذہب خفی کوئی بات نہ کرے۔"

فقیر غلام قادر غنی عنہ، متولی بیگم شاہی مسجد

رد قادیانیت میں اولین فتویٰ کفر

واضح رہے کہ مرزا قادیانی نے ابتداءً اپنے آپ کو ادیان باطلہ کے مقابل ایک مناظر اور اسلام کے محافظ کے طور پر متعارف کروایا اور مسیحی پادریوں اور آریسا جیوں سے ہلکے پھلکے مباحثے بھی کیے جن کی بہت زیادہ تشہیر کی گئی۔ اس کے بعد مرزا نے اعلان کیا کہ وہ حقانیت اسلام پر ایک بہت ضخیم کتاب بعنوان "براہین احمدیہ" شائع کرنا چاہتا ہے جس میں حقانیت اسلام پر بے شمار دلائل ہوں گے۔ اسی "براہین احمدیہ" کے پہلے دو حصے ۱۸۸۰ء میں شائع ہوئے اور تیسرا حصہ ۱۸۸۲ء میں شائع ہوا۔ تیسرے حصے کے شائع ہوتے ہی جس مدبر ملت اور دور اندیش عالم دین نے سب سے پہلے اپنے لہجہ ایمانی سے اس فتنہ کو بھانپنا اور "دفاع اسلام و وحی" کی آڑ میں دعویٰ نبوت و وحی کی گرفت کی وہ وہابیوں کے شہر قصور سے تعلق رکھنے والے عظیم عالم دین شیخ الحدیث والفقیر حضرت علامہ مولانا مفتی غلام دھیر باغی قریشی دہلی، انم القصوری نقشبندی خفی قصوری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ حضرت قصوری نے اس

فتنہ خبیثہ کی گرفت میں پہلے فرمائی اور "تحقیقات و تنکیر یہ فی ردہ و فوات براہینیہ" کے نام سے اردو رسالہ ۱۸۸۳ء میں تحریر فرمایا۔ اس رسالہ میں مرزا کی کفریہ عبارات کو جمع فرما کر پنجاب کے جید سنی علماء سے تصدیقات حاصل کیں پھر مرزا قادیانی کو رسالہ کی نقل بھجوا کر توبہ کا تقاضہ کیا گیا مگر ان شرعی دلائل کے مقابل مرزا قادیانی نے خاموشی اختیار کی۔ مرزا کی مسلسل خاموشی کے بعد ۱۳۰۳ھ، ۱۸۸۶ء میں مولانا قصوری علیہ الرحمۃ نے "تحقیقات و تنکیر یہ" کا ترجمہ عربی زبان میں کیا اور اس کو (وجہ الشیاطین بود اغلوطات البراہین) کے نام علمائے حرمین شریفین کی خدمت میں پیش کیا جس کے جواب میں علمائے حرمین شریفین نے اس کتاب کو اپنی تصدیقات سے نوازا۔ ان تصدیقات حرمین شریفین کے حصول میں فاتح عیسائیت حضرت علامہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر کی اور شیخ المشائخ حضرت مولانا امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہما مولانا قصوری علیہ الرحمۃ کے معاون و دست راست تھے۔ یہ کتاب مرزا قادیانی کو شکست تھی جس کا اظہار خود مرزا قادیانی نے اس طرح کیا: "مولوی غلام و تنکیر قصوری وہ بزرگ تھے جنہوں نے میرے کفر کے لئے مکہ معظمہ سے کفر کے فتوے منگوائے تھے۔" ۱۔

خیال رہے براہین احمدیہ جلد سوم ۱۸۸۲ء میں شائع ہوئی تو مولانا قصوری علیہ الرحمۃ نے ۱۸۸۳ء میں اردو زبان میں اس کی پہلی گرفت فرمائی جس کی تصدیق اس وقت کے جید خفی علمائے اہل سنت نے فرمائی پھر آپ نے ۱۸۸۶ء میں "تحقیقات و تنکیر یہ" کا عربی ترجمہ کر کے علمائے حرمین شریفین کی خدمت میں پیش کر کے ان سے تصدیقات حاصل کیں۔ جبکہ رد قادیانیت میں اولیت کے سلسلے دار علمائے غیر مقلدین یعنی اہل حدیث کے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی نومبر ۱۸۸۳ء میں اہل میں مرزا قادیانی کا نکاح میراہل حدیث کی صاحبزادی سے پڑھا رہے ہیں اور اس رشتہ کو قائم کرنے والے اور اس کے لئے سفارشات کرنے میں مولوی محمد حسین بٹالوی پیشوائے اہل حدیث اور فاضل پیش ہیں انہی۔ بٹالوی صاحب نے "براہین احمدیہ" کی حمایت میں اپنے ماہواری رسالہ

"اشاعت السنۃ" میں ریویو اور زوردار مضامین تحریر فرما رہے تھے۔

دوسری طرف بزم خویش رد قادیانیت میں اولیت کے دعوے دار علمائے دیوبند کے مولوی رشید احمد گنگوہی ۱۸۸۳ء میں مرزا قادیانی کو مرد صالح کے لقب سے نوازا رہے ہیں نیز موجودہ علمائے دیوبند میں سے مولوی اللہ وسایا "اختساب قادیانیت" میں رقمطراز ہیں کہ: "مرزا غلام احمد قادیانی کے فتنے سے قبل از وقت نور ایمانی سے اکابر دیوبند کو اللہ رب العزت نے اس فتنے کے خلاف متوجہ فرمادیا۔"

اہل حق و تحقیق پر مذکورہ دعویٰ کی حقیقت چنداں مخفی نہیں جیسا کہ ہماری مندرجہ ذیل تحریر سے مدعی مذکور کے دعوے اور ان کے مدد و حامیوں کے دیوبند کے "نور ایمانی" کی حقیقت قارئین پر واضح و روشن ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ

علمائے لدھیانہ اور رشید احمد گنگوہی کی تحریری گفتگو جو فتاویٰ قادریہ میں موجود ہے پیش خدمت ہے۔

تحریر در تکفیر مرزا غلام احمد قادیانی

بعد الحمد والصلوة اہل اسلام کو معلوم ہو کہ اکثر جاہل اور نابلد مرزا غلام احمد قادیانی ملحد کو عیسیٰ مسیح گمان کرتے ہیں اور عوام کو بہکا کر بے ایمان بناتے ہیں لہذا اس کے کافر اور مرتد ہونے کا حال بطور اختصار تحریر میں لایا جاتا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے شہر لدھیانہ میں آکر ۱۳۰۱ھ میں دعویٰ کیا کہ میں مجدد ہوں۔ عباس علی صوفی اور مولوی احمد جان معتمد مریدان مولوی محمد حسن معتمد اپنے گروہ اور مولوی شاہ دین اور عبدالقادر اور مولوی نور محمد مجتہد مدد سے حقانی وغیرہ نے اس کے دعویٰ کو تسلیم کر کے امداد برکمر باندھی۔

۱۔ اختساب قادیانیت ج: ۱۰، ص: ۴۴۹

۲۔ بعد میں رفتہ رفتہ سب نے مرزا قادیانی کے گمراہ ہونے کے افاق کیا صرف عبدالقادر ہی اس چاہ ضلالت میں غرق رہا۔

منشی احمد جان نے معتمد مولوی شاہ دین و عبدالقادر ایک مجمع میں جو واسطے اہتمام مدرسہ اسلامیہ کے اوپر مکان شاہزادہ صفدر جنگ صاحب کے تھا بیان کیا کہ علی الصباح مرزا غلام احمد قادیانی صاحب اس شہر لدھیانہ میں تشریف لائیں گے۔ اس کی تعریف میں نہایت مبالغہ کر کے کہا کہ جو شخص اس پر ایمان لائے گا گویا وہ اول مسلمان ہوگا۔ مولوی عبداللہ صاحب مرحوم برادر مر نے بعد کمال بردباری اور تحمل کے فرمایا اگرچہ اہل مجلس کو میرا بیان کرنا ناگوار معلوم ہوگا لیکن جو بات خدا جل شانہ نے اس وقت میرے دل میں ڈالی ہے بیان کئے بغیر میری طبیعت کا اضطراب دور نہیں ہوتا۔ وہ بات یہ ہے کہ مرزا قادیانی جس کی تم تعریف کر رہے ہو بے دین ہے۔ منشی احمد جان بولا کہ میں تو پہلے کہتا تھا کہ اس پر کوئی عالم یا صوفی حد کرے گا۔ راقم الحروف نے مولوی عبداللہ صاحب کو جلسہ شتم ہونے کے بعد کہا کہ جب تک کوئی دلیل معلوم نہ ہو بلا تامل کسی کے حق میں زبان طعن کھولنی مناسب نہیں۔ مولوی عبداللہ صاحب نے فرمایا کہ اس وقت میں نے اپنی طبیعت کو بہت روکا لیکن آخر الامر یہ کلام خدا جل شانہ نے جو میرے لئے اس موقع پر سرزد کر لیا ہے خالی از الہام نہیں۔

اس روز مولوی عبداللہ صاحب بہت پریشان خاطر رہے بلکہ شام کو کھانا بھی تناول نہ کیا۔ بوقت شب دو لوگوں سے استخارہ کروایا اور آپ بھی اسی فکر میں سو گئے کہ کیا دیکھتے ہیں کہ میں ایک مکان بلند پر معتمد مولوی محمد صاحب و خواجہ احسن شاہ صاحب بیٹھا ہوں۔ تین آدمی دور سے دھوتی باندھے ہوئے چلے آتے معلوم ہوئے اور جب نزدیک پہنچے تو ایک شخص جو آگے آتا تھا اس نے دھوتی کو کھول کر تہبند کی طرح باندھ دیا۔ خواب میں ہی غیب سے یہ آواز آئی کہ مرزا غلام احمد قادیانی یہی ہے۔ اسی وقت خواب سے بیدار ہو گئے اور دل کی پراگندگی یک لخت دور ہو گئی اور یقین کلی حاصل ہوا کہ یہ شخص وہ ایہ اسلام میں لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے۔

۳۔ اتفاق تعبیر خواب کے دوسرے دن قادیانی معتمد ہندوؤں کے لدھیانہ میں آیا۔ استخارہ کنندگان میں سے ایک کو معلوم ہوا کہ یہ شخص بے علم ہے اور دوسرے شخص نے خواب میں مرزا کو اس طرح دیکھا

کہ مرزا قادیانی ایک عورت برہمن تن کو اپنی گود میں لے کر اس کے بدن پر ہاتھ پھیر رہا ہے۔ جس کی تعبیر یہ ہے کہ مرزا دنیا کے جمع کرنے کے درپے ہے دین کی کچھ پرواہ نہیں۔ فی الواقع ان دونوں خوابوں کی صداقت میں بھی کچھ شک نہیں۔ مرزا کو انشاء پر دازی کے سوا اور کچھ نہیں آتا۔ خصوصاً علوم دینیہ سے بالکل بے بہرہ ہے ورنہ براہین احمدیہ کی قبل از تصنیف بالیقین ضخامت کیوں فروخت کر کے مال حرام کو اپنے کھانے پینے میں صرف کرتا کیونکہ ایسی بیع شرعاً ناجائز ہے۔ پس جو لوگ اس کتاب کی ترویج میں عالم کہلا کر مثل عبدالقادر وغیرہ ساعی رہے ہیں وہ کمال درجہ کے نادان اور جاہل ہیں۔ مرزا قادیانی کا صرف حطام دنیوی جمع کرنے کا مد نظر ہونا بھی اسی کتاب کے فروخت کرنے سے ظاہر ہے کیونکہ تین چار حصہ کتاب مذکور کے چند اجزاء میں طبع کر کے جو فی الواقع دو تین روپیہ کی مالیت ہے دس دس اور پچیس پچیس روپے بایں وعدہ لوگوں سے مرزا اور اس کے دلال عبدالقادر نے وصول کئے ہیں کہ یہ کتاب بہت بڑی بنے گی اور باقی جلدیں طبع ہو کر وقتاً فوقتاً خریدار کو پہنچتی رہیں گی۔ بس لوگوں سے روپیہ دم دے کر وصول کر چکے تو باقی کتاب کا طبع کروانا یک لخت موقوف کر دیا کیونکہ اس میں کوئی صورت منافع کی نہیں۔ یعنی جس قدر مطبوع ہوگی جن سے پہلے روپیہ حاصل کر چکے ہیں ان کو بلا قیمت دینی پڑے گی۔ لہذا اس کے بقیہ کو ہم آشیانہ عنقا کرنا مناسب سمجھ کر نئی تالیفات تالیف کر کے روپیہ جمع کرنا شروع کیا۔ جس روز قادیانی شہر لدھیانہ میں وارد ہوا تھا۔ راقم الحروف اُغنی و دلاوی محمد عبداللہ صاحب و مولوی اسماعیل صاحب نے براہین کو دیکھا تو اس میں کلمات کفریہ انبار در انبار پائے اور لوگوں کو قبل از دو پہر اطلاع کر دی گئی کہ یہ شخص مجدد نہیں بلکہ زندیق اور ملحد ہے۔

برعکس تنہد نام زنگی کا فور

مرزا قادیانی 'رشید گنگوہی' کا مرد صالح

ان کے علاوہ گرد و قواح کے شہروں میں فتوے لکھ کر روانہ کئے گئے کہ یہ شخص مرتد ہے اور اس کی کتاب کو کوئی نہ پڑھے۔ اس موقع پر اکثر نے غلطی کی رائے لے لی اور مولوی رشید احمد صاحب

گنگوہی نے ہماری تحریر کی تردید میں ایک طومار لکھ کر ہمارے پاس روانہ کیا اور قادیانی کو مرد صالح قرار دیا اور نقل اس کی مولوی شاہ دین اور مولوی عبدالقادر اپنے مریدوں کے پاس روانہ کی۔ چنانچہ شاہ دین نے برسر بازار رو برو مریدان ششی احمد جان و متبعان قادیانی یہ کہہ کر مولوی رشید احمد صاحب نے مولوی صاحبان کی تردید میں یہ تحریر ارسال فرمائی ہے یہ اس کے انکل پیچہ معنے کر کے زور شور کے ساتھ سنایا۔

رشید گنگوہی تیسری شب کا بد شکل چاند

مولوی عبدالعزیز صاحب نے اس تحریر کی بروز جمعہ وعظ میں خوب دھجیاں اڑائیں۔ مولوی عبداللہ صاحب کو اس تحریر کا حال سن کر نہایت فکر ہوئی کہ مولوی رشید احمد صاحب نے ایسے مرتد کو "مرد صالح" کیسے لکھ دیا؟ جناب باری کی بارگاہ میں یہ دعا کر کے سو گئے خواب میں یہ معلوم ہوا کہ تیسری شب کا چاند بد شکل ہو کر لٹک پڑا۔ غیب سے آواز آئی کہ رشید احمد (گنگوہی) یہی ہے۔ اسی روز سے اکثر فتوے ان کے غلط مناقض کیے با دیگرے چیز وجود میں آنے لگے اور (رشید گنگوہی کی) تحریر کی راقم الحروف نے یہ تردید لکھی۔

مولانا محمد لدھیانوی کا رشید گنگوہی کو خط

یظہر من هذا عدم

بسم الله الرحمن الرحيم

انطباق العنوانین علی المعنویین

بعد الحمد والصلوة بکرمی و معظمی مولوی رشید احمد صاحب دام فیضہ۔ بعد سلام مسنون الاسلام معروض آنکہ نوازش نامہ آپ کا در باب تعدیل صاحب براہین احمدیہ بجواب تحریر میں جانب

سلطان اُخروس نہیں کر سکتا۔ لہذا یہ عرض ہے کہ میرے خدشات کے جوابات تحریر فرمادیں یا جواب نظر الی ماقال ولا تنظر الی من قال خدشات مذکورۃ الذیل کو مقالات حقہ قرار دیں۔ ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین۔

﴿قال سے مراد رشید گنگوہی اور اقوال سے مراد مولانا محمد لدھیانوی ہیں﴾

مسال (گنگوہی): اگرچہ بعض اقوال میں دربادی الرائے خدشہ ہوتا ہے مگر تھوڑی سی تاویل سے اس کی تصحیح ممکن ہے لہذا آپ جیسے اہل علم سے بہت تعجب ہوا کہ آپ نے ایسے امر بتا دیا معافی کو اس کی وجہ سے وارثہ ارکام فرمایا اگر تاویل قلیل فرما کر اس کو خارج اسلام سے نہ کرتے تو کیا حرج تھا؟

اقول (مولانا لدھیانوی): توقف کرنا علماء کا اسے مقام میں عوام کو گمراہی میں ڈالنا ہے کیونکہ وہ اس کا وہ نام تک نہیں جانتے۔ دیکھئے علماء اہل شرع نے اسی جہت سے منصور کو مروا ڈالا ورنہ اس کی اصلاح نہیں صادر ہوا جو قابل تاویل نہ ہو لہذا آپ جیسے اہل فضل سے تعجب ہوا کہ جو کلمات صرف ظاہر میں ان کی تاویلات کے درپے ہوئے۔ بے دیدہ و دانستہ اس کو صالح مسلمان قرار دے کر اس کو کفر میں ڈال دیا۔ دیکھئے صاحب طریقہ محمدیہ علیہ السلام کیا لکھتے ہیں:

بعض المتصوفة فی زماننا اذا انکر بعض امورهم المخالف للشرع انحرصوا ذالک فی العلم الظاهر وانا اصحاب العلم الباطن وانه حلال وانکم لا تعلمون من الکتاب وانا نأخذ من صاحبه محمد علیہ الصلوۃ والسلام فاذا اشکل علیہ مسئلہ اسفینا ہا فان حصل قناعته فیہا والا راجعنا الی اللہ تعالیٰ فناخذ منہ وایضاً ذالک من التوہمات کلہ الحاد وضلال وازراء للشریعة الحنفیة وعدم الاعتقاد علیہا العباد باللہ تعالیٰ من ذالک فالواجب علی کل من سمع مثل ہذہ

کہ ہر آدمی کو یہ ہے کہ ہمارے نزدیک حلال ہے جس کو ہم اسے ہاتھ دے رہے ہیں اور ہم خدا تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اسے ہر گز اس کی تکلیف نہ پہنچے۔

الا قایل الباطلة الا نکار علی قائلہ والجزم بطلان مقالہ بلا شک ولا تردد والاتوقف ولا تلبث والا فہو من جملتهم بحکم علیہ بالزندقة ﴿

قال (گنگوہی): تکفیر مسلم ایسا امر ہل نہیں کہ اس طرح ذرا سی بات پر جھٹ پٹ کا فر کہہ دیا جاوے۔ خیال فرمادیں کہ فخر عالم علیہ الصلوۃ والسلام کیا فرماتے ہیں مشکوٰۃ شریف کی کتاب الایمان میں ہے "فلث من اصل الایمان الکف عمن قال لا الہ الا اللہ لا تکفروہ بذنب ولا تخرجہ من الاسلام بعمل" دوسری حدیث ہے کہ جو کوئی تکفیر مسلمان کی کرتا ہے تو اس تکفیر میں دونوں میں سے ایک ٹھکانا لیتا ہے۔

اقول (مولانا لدھیانوی): ظاہر معنی اس حدیث کے اگرچہ آپ کے کلام کو مؤید ہیں لیکن وہ معنی ہرگز کسی محدث نے مراد نہیں لئے ورنہ جو کفار موحد ہیں اور آنحضرت ﷺ کی نبوت سے انکاری ہیں کافر نہ ہوئے اسی طرح جو لوگ مدعی اسلام اولیاء اللہ کو حاضر و ناظر اور قبروں کو سجدہ کرنا اپنے اعتقاد میں درست جانتے ہیں کافر نہ ہوئے نیز جہاد خلیفہ اول کا منکرین زکوٰۃ پر بافتاق صحابہ اس تعیم کو اٹھاتا ہے۔ غرض آیات اور احادیث اس کی تعیم کو دور کرنے والی بکثرت ہیں۔ آپ کو یاد دلانا گویا لقمان کو حکمت سکھانا ہے سو مولانا صاحب اسلام ایسی شے ہے کہ ذرا سی بات میں انکار کرنے سے باقی نہیں رہتا جو شخص پردہ الہام اور مجددیت میں پیغمبروں سے بڑھ کر برملا دعویٰ کر رہا ہے اور صداہا آیات قطعیات کو اس ضمن میں پس ڈال رہا ہے کیونکہ کافر نہ ہو۔

قال (گنگوہی): اور صاحب مذہب سے منقول ہے ﴿لا نکفر احدا من اهل القبلة﴾ کہ جس کے باعث علماء نے تکفیر معتزلہ وغیرہ اہل ہوا سے اجتناب کیا ہے اگرچہ ہفوات معتزلہ آپ کو معلوم ہیں کہ کس درجہ کے ہیں علی ہذا شیعہ کی تکفیر میں اکثر کوتاہی ہے۔

اقول (مولانا لدھیانوی): معنی اس کلام کے یہ ہیں کہ جب تک اہل قبلہ سے کوئی موجبات کفر ثابت نہ ہو تب تک اس کی تکفیر کرنی درست نہیں۔ خود صاحب مذہب اپنی کتاب فقہ اکبر میں

فرماتے ہیں ﴿لأنكفر مسلماً بذنوب من الذنوب وان كانت كبيرة اذالم يستحلها﴾
 ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں: ﴿ان المراد بعدم تكفير احد من اهل القبلة
 عند اهل السنة والجماعة انه لانكفر مالم يوجد شيء من امارات الكفر وعلاماته
 ولم يصدر شيء من موجباته﴾ اسی واسطے اہل اسلام نے فرقہائے اہل ہوا کو جو ضروریات
 دین سے منکر ہیں برملا کافر کہا ہے۔ صاحب مواقف بعد نقل اقوال ہوا معتزلہ شیعہ خوارج وغیرہ کی
 تکفیر اور تہلیل ان کے اہل سنت جماعت سے بلا خلاف صاف صاف نقل کرتا ہے۔ ﴿قال فی
 المواقف ناقلاً عن بعض المعتزلة الناس قادرون علی مثل القرآن واحسن نظاما
 وبلاغة ولا دلالة فی القرآن علی حلال وحرام وللعالم الهان قدیم ومحدث
 هو المسيح الذی يحاسب الناس فی الآخرة واليهود والنصارى والمجوس
 والزنادقة يصيرون فی الآخرة تراباً لا يدخلون الجنة ولا ناراً وعن بعض الشيعة انه
 كفر الصحابة بترك بيعة علي وكفر بترك طلب الحق وقال بالتناسخ الله تعالى
 جسم فی صورة انسان بل رجل من نور علی تاج من نور كان روح الله فی آدم ثم
 فی شيث ثم فی الانبياء ولا نمة حتى انتهت الی علی واولاده والثلاثة ثم الی
 عبد الله والائمة انبياء وابوطالب نبی ففرضوا طاعته والجنة تنعيم الدنيا والنار
 آلامها والدنيا لا یفنی واستباحوا المحرمات وتركوا الفرائض وعن بعد الخوارج
 كفر علی بالتحكيم وابن ملجم محق فی قتله وعن بعضهم استبعث من العجم
 كتاب یكتب فی السماء وينزل علیه جملة واحدة وعن بعض المرجعية الايمان هو
 المعرفة بالله ورسوله وبما جاء من عند الله اجمالاً لا تفصيلاً قد فرض الله الحج
 ولا ادری این الکعبة ولعلها بغير مكة وبعث محمد ولا ادری اهو الذی بالمدينة
 ام غیره وحرم الخنزیر ولا ادری اهو هذه الشاة ام غيرها وغان كان يحكيه عن

ابی حنیفة ویعد من المرجعية وهو افتراء علی وقال بعد ذکر الفرق الضالة عند
 اختتام عقائد اہل السنة والجماعة لا یکفر احد من اهل القبلة الا بمافیہ نفی
 الصانع القادر العالم او شرک او انکار النبوة او انکار ما علم مجیئہ علیہ الصلوة
 والسلام به ضرورة او انکار المجمع علیہ کاستحلال المحرمات واما ما عداہ
 فالقائل به مبتدع غیر کافر ولفقہاء فی معاملتہم خلاف هو خارج عن فتننا هذا
 انتہی ملخصاً

اب آپ نظر غور سے فرمائیے کہ ہم ان فرقہائے مذکورۃ الصدر کو صرف آپ کے مقلد ہو کر کافر نہ
 کہیں۔ یہ آپ ہی کا منصب ہے کہ جو اہل قبلہ قرآن کے اعجاز کا قائل نہ ہو اور دود خدا ہونے کا اور کل صحابہ
 کے کفر کا اور ابوطالب کی پیغمبری کا اور کتاب مجسم اپنے پرنازل ہونے کا اور ترک عبادت اور ارتکاب
 محرمات کو معتزلہ سمجھنے کا قائل ہو اس کو مسلمان قرار دینا ﴿کبرت کلمة تخرج من افواههم﴾

قال (گنگوہی): کون سا قول صاحب براہین کا ہے جو معتزلہ اور وافض کے کسی عقیدہ کے اور
 قول کے برابر بھی ہو اور تاویل صحت کی قبول نہ کر سکے کہ جس پر آپ نے ارتداد قائل کا فتویٰ دے دیا۔

اقول (مولانا لدھیانوی): ﴿الارض والسماء معک کما هو معی خلقت لک
 لیلاً ونهاراً﴾ وغیرہ چند اقوال اس کے اس قلیل کے ہیں کہ تاویل صحت کی ہرگز قبول
 نہیں کر سکتے۔ نیز ورقہ دوم جلد ثالث کے دیکھنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس شخص نے آیات
 قطعیات سے قطعی طور پر انکار ظاہر کیا ہے۔ البتہ اگر قرآن کی طرح دروازہ تاویلات کا کھولا جائے
 جیسا کہ شارح مواقف نے نقل کیا ہے ﴿حيث قال تحت قول المصنف وتاويل الشرائع
 كقولهم الموضوع عبارة من موالاة الامام والتيمم هو لاخذ من الماذون عند غيبة
 الامام الذي هو الحجة والصلوة عبارة عن الناطق الذي هو الرسول بدليل قوله تعالى
 الصلوة تنهى عن الفحشاء والمنكر والاحتلام عن اف شاء السر والغسل عن تجديد

بکلمنی شفاها کفر قلت حکمهم بالردة في الكلمات مبني على انه يفهم منه احد الامور المذكورة والظاهر ان التكفير في المسئلة المذكورة بناء على دعوى المكالمة فانه منصب النبوة بل اعلى مراتبها وفيه مخالفتة ماهو من ضروريات الدين وهو انه ﷺ خاتم النبيين عليه وعليهم افضل صلوة المصلين وقس عليه البواقي من الكلمات

وتامل فيها ليظهر لك اشعارها باحد الامور التي فصلها المصنف غفر ذنوبه ﴿ حاصل ترجمہ اس عبارت کا یہ ہے کہ اگر کوئی فقہاء پر یہ اعتراض کرے کہ بعض کلمات کفریہ جو فتاویٰ میں درج ہیں کوئی وجہ کفر کی ان میں ان میں جو علماء متکلمین نے لکھی ہے پائی نہیں جاتی جیسا کہ لکھا ہے کہ جو شخص کہے کہ میں نے خدا کو ظاہر دنیا میں دیکھا ہے اور میں نے اس سے کلام کیا ہے کافر ہو جاتا ہے تو اس کا کیا جواب ہے؟ محقق دوانی اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ قصور تمہاری سمجھ کا ہے۔ دیکھو خدا تعالیٰ سے کلام کرنے کا دنیا میں رو بہ رو ہو کر دعویٰ کرنا اعلیٰ درجہ پیغمبری کا دعویٰ ہے جس سے آنحضرت ﷺ کا خاتم النبیین ہونا جو نص قرآن سے ثابت ہے باطل ہوتا ہے اسی طرح باقی کلمات کا حال ہے۔

قال (گنگوہی): مولانا ﴿ روى الطحاوى عن اصحابنا لا يخرج الرجل من الايمان الا جهودنا ادخله فيه ثم ما يتيقن انه ردة يحكم بها وما يشك انه ردة لا يحكم بها ﴾

اقول (مولانا لدھیانوی): اس کے یہ معنی ہیں کہ جس کلمہ سے معافی میں تردد پیدا ہو یعنی مفتی کو یہ معلوم نہ ہو کہ قائل کی کیا مراد ہے ایسے مقام میں فتویٰ کفر کا دینا درست نہیں لیکن جو کلمہ اوپر مراد قائل کے محکم ہو وہ ہرگز ماول نہیں بن سکتا آپ سے پوچھتا ہوں اگر آیت ﴿وما ارسلناک الا رحمة للعالمین﴾ حضرت کی شان میں محکم ہے تو قادیانی مصدق علیہ اس آیت کا کیونکر ہو سکتا ہے۔ اگر ایسی نص میں قطعاً کوئی درناوی مل کر نظر ایا جائے تو آنحضرت ﷺ کی خاتمیت تو درکنار ربی

العهد والركوة تزكية النفس والكعبة النبي والباب على الى غير ذلك من خرافاتهم انتهى ﴿ تو کوئی کلمہ کسی اہل ردت کا کفر کیا گناہ بھی نہیں بن سکتا۔

قال (گنگوہی): مولانا بلکہ اس کے معتقدین کو بھی کافر کہہ دیا اگرچہ وہ لوگ فقط تائید مذہب اسلام کے معتقد ہیں۔

اقول (مولانا لدھیانوی): ذرا غور کرنے کا مقام ہے کہ کلمات کفریہ نقل کرنے کے بعد ان کے قائل اور معتقدین کو کافر کہنے سے یہ مراد لینی کہ اس کو مہد اسلام سمجھتے ہیں اور اس کے ان کلمات پر اعتقاد نہیں رکھتے وہ بھی کافر ہیں آپ جیسے ماولوئے کمال بعید ہے۔

قال (گنگوہی): مولانا! اس صورت میں آپ کی تکفیر سے شاید کوئی اولین آخرین لوگ نجات نہ پائیں جب علماء متکلمین تکفیر معتزلہ کی نہیں کرتے اور خلق ان کی معتقد ہے۔

اقول (مولانا لدھیانوی): تحقیق ما تقدم من صاف ظاہر ہے کہ علماء متکلمین تکفیر فقہاء ضالہ کی کہ جو ضروریات دین سے منکر ہیں برابر کرتے چلے آئے ہیں اور کر رہے ہیں صرف آپ کے نزدیک فرقہاء مقدمۃ الذکر سب کے سب دائر اسلام سے خارج نہیں۔

قال (گنگوہی): مولانا! علماء محققین نے ان کلمات کفریہ میں جو اہل فتویٰ نے کفریہ نقل کئے ہیں بھی تامل در باب تکفیر کیا ہے۔

اقول (مولانا لدھیانوی): بلکہ محققین نے تکفیر کو پایہ تحقیق پر پہنچا کر غیر محقق کو تامل کا حکم فرمایا دیکھئے محقق دوانی شرح عقائد جلالی میں کیا لکھتے ہیں ﴿حيث قال لا يكفر احد من اهل القبلة الا بما علم فيه نفى الصانع القادر المختار او شرک او انكار النبوة او انكار ما علم سبحانه محمد ﷺ به ضرورة او انكار امر مجمع عليه قطعها آه فان قلت نحن نرى الفقهاء يكفرون بكلمات ليس فيها شيء من الامور التي علها المصنف من موجبات الكفر كما ذكروا في باب الردة انه لو قال لعن الله اباي ارحم الله في الدنيا

بیت کا ثبوت دینا اہل اسلام کو محض رد بلکہ محال ہو جائے گا۔

قال (گنگوہی): مولانا سوادامت کا اتفاق تراویحی والہام پر ہے۔ صاحب قاموس وحی کا ترجمہ الہام سے کرتا ہے اور بیضاوی وغیرہ نے "واوحینا الی ام موسیٰ" کی تفسیر میں الہمنا فرمایا ہے۔
اقول: (مولانا لدھیانوی): اصل عبارت کو آپ نے نقل نہیں کیا وہ یہ ہے کہ سواد اعظم علماء کے الہام کو تراویحی قرار دینے میں متفق ہے سوا اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس نے الہام اور وحی کو باعتبار اصطلاح علماء مرادف قرار دیا ہے چنانچہ خود اس نے اسی مقام میں صراحت لکھا ہے اور کس سے سن لیا ہے کہ الہام کی کتب دین میں وہی معنی کرنے چاہئیں جو کتب لغت میں مندرج ہیں جبکہ یہ سراسر غلط ہے جسے امام غزالی کیا فرماتے ہیں: ﴿قال فی الاحیاء ثم الواقع فی القلب بغیر حیلۃ ینقسم الی علل ثلاث یندری انہ کیف حصل والی ما یطلع علی السبب الذی منہ استفاد ذلک العلم وہو مشاہدۃ الملک الملقی فی القلب والاول سمی الہاما والثانی وحیا یتخص بہ الانساء والاول یتخص بالاولیاء ولاصفیاء﴾

صاحب قاموس نے وحی کا ترجمہ صرف الہام سے نہیں کیا بلکہ الہام کو سلک معانی وحی میں منسلک کیا ہے۔ ﴿وہیث قال الوحی الاشارة والكتابة والمکتوب والرسالة والالہام والکلام المنطوق﴾ اگر اسی کا نام تراویحی ہے تو اشارہ اور کتابت وغیرہ بھی مثل الہام کے مرادف ہوئے۔ ﴿ان هذا الاصحاب﴾ اور بیضاوی وغیرہ کا ﴿واوحینا الی موسیٰ﴾ کی تفسیر میں الہمنا بیان کرنا دال اوپر تراویحی کے نہیں بلکہ اس امر پر دال ہے کہ اس مقام میں وحی اپنے معنی متعارف میں مستعمل نہیں۔ دیکھیے صاحب بیضاوی وحی متعارف کو مقابل الہام کے آیت ﴿وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا﴾ کی تفسیر میں قرار دیتا ہے ﴿وہیث قال قبل المراد بہ الالہام والالقاء او الوحی المنزل وہ الملک﴾

قال (گنگوہی): ایک عجیب بات ہے کہ خواہ تو اس کا نام پھول پھل لگا کر تکلف کفر یہ

بنائی جاوے۔

اقول (مولانا لدھیانوی): مقدمات مسلمہ خصم سے نتیجہ نکالنے کا نام تو پھول پھل لگانا ہرگز نہیں ہو سکتا اور نہ دلائل الزامیہ کے قیاسات کو عقیم سمجھنا چاہیے۔ ﴿وہو کما تری﴾ البتہ جو شخص اصل عبارت کو چھوڑ کر اور اس کی تائید میں نقل غیر تام لا کر غلط کو تکلف صحیح بنا رہا ہے بڑی جانفشانی سے نونہال نقل کو بجائے اصل پھول پھل لگا رہا ہے۔

قال (گنگوہی): الہام کو قطعی کہنا قطعیت اس کی کے یہ معنی ہیں کہ ملہم کے نزدیک جو بہت صاف الہام ہوتا ہے قطعی ہوتا ہے نہ دیگر خلق کے نزدیک خلاف وحی۔

اقول (مولانا لدھیانوی): اصل عبارت صاحب کتاب کی یہ ہے اگر آپ کہیں کہ الہام اولیاء کا علم قطعی کا موجب نہیں تو یہ قول آپ کا صرف ایک وسوسہ ہے قبل بیان الہامات مصنوعہ کے قطعیت کو ثابت کرنا اور اپنے الہامات میں ﴿فاکتب لیطیع و المیرسل فی الارض اور انی راض منک﴾ اور ﴿فانی قد غفرت لک﴾ کا بیان کرنا صاف دال ہے اس امر پر کہ اپنے الہامات کی قطعیت بہ نسبت جمیع خلق اور جنتی ہونا اپنا قطعی پر برملا ثابت کر رہا ہے بلکہ ایک مقام میں اس شخص نے اس مضمون کو تصریحاً بیان کیا ہے ﴿وہو هذا﴾ اور اس جگہ یہ بھی واضح رہے کہ جو امر بذریعہ الہام الہی کسی پر نازل ہو وہ اس کے لیے اور ہر ایک کے لیے واجب التعمیل ہے۔ اب آپ کی اصطلاحات پر قضیہ ﴿کیف یصلح العطار ما افسدہ الدھر﴾ کا صادق آرہا ہے۔ امام ربانی مجدد الف ثانی در مکتوبات دو صد و نہم جلد اول میں فرماید در رسالہ مبداء و معاد چند فقرہ نوشتہ است در بیان فضیلت انبیاء اولی العزم صلوات اللہ تعالیٰ والتسلیمات علیہم ومعنی فضیلت ایشان از بعض دیگر و چوں بنیاد آن بر کشف والہام است کہ ظنی است ازان نوشتن و تفرقہ نمودن در فضل نادم و مستغفر است چہ در ان باب سخن کردن جز بدلیل قطعی جائز نیست ﴿استغفر اللہ اتوب الی اللہ من جمیع ما کثرہ اللہ قول و فعلا﴾ در مکتوبات چہل و یکم فرق در میان این دو علوم انست کہ

نفع است و در الہام ظن زیر آ کہ وحی بتوسط ملک است و ملائکہ معصوم اند۔ احتمال خطا در ایشان
نہ و الہام اگرچہ محل عالی دارد و آن قلب است و قلب از عالم امر است اما قلب را با عقل و نفس نواز
نفس است و نفس ہر چند بہ تزکیہ مطمئنہ گشتہ است۔

ہر چند کہ مطمئنہ گردد ہرگز ز صفات خود نہ گردد

قال (گنگوہی): ﴿یا احمد یتیم اسمک ولا یتیم اسمی تمامی﴾ کے معنی
ہوئے جاویں تو اس تاویل میں کیا حرج ہے۔ دوسرے معنی لے کر کیوں تکفیر کی جائے کہ خدا
تعالیٰ کے نام کو نام تمام لکھا اور اپنے نام کو تمام بنایا کیوں یہ معنی مقرر کرتے ﴿علیٰ ہذا القیاس﴾ سب
نام اپنے کہتا ہے اس کو ظلال کمالات انبیاء سمجھ کر۔

اقول (مولانا لدھیانوی): دوسرے معنی اس واسطے لئے جاتے ہیں کہ یہ مقام در باب مدح
مہم کے ہے نہ در باب عظمت مہم اور نیز آیت ﴿یتیم نعمتہ علیک ویہدیک
سیراطا مستقیما﴾ بر تقدیر فرض علاقہ اصلیت و ظلیت دوسرے معنوں کو موید ہے۔ نیز اس شخص نے
اس مقام میں خود بھی معنی دوسرے کئے ہیں دیکھئے جلد چہارم صفحہ ۵۵ سطر ۱۰ پر ضعی عنک
و یتیم اسمک ﴿خدا تجھ سے راضی ہوگا اور تیرے اسم کو پورا کرے گا۔ اب آپ انصافاً
فرماویں کہ ہم باوجود فہم اور علم کے معنی مدلل و مصرح کو کس طرح پس پشت ڈال کر معنی اول اختیار
کریں۔ اگر صاحب براہین آیات ﴿قالہ لقد ارسلنا الی امم من قبلک و مارمیت اذا
وحیت ولكن الله رمی و ما ارسلنک الا رحمة للعلمین اور سورۃ انا اعطیناک الکون
لنسل لربک وانحر﴾ وغیرہ کا ترجمہ حسب واقعہ کرتا یعنی ﴿ما صدق علیہ﴾ ان آیات کا
آخرت میں کوٹھہرا تا اور ان کے القا اور الہام کو بطور قال و شگون نیک سمجھتا تو ظلیت کی تاویل اپنے
موقع پر ہوتی۔ اس شخص نے تو ہر آیت کے ترجمہ میں بالذات اپنے آپ کو مصدق علیہ ٹھہرایا ہے۔ اگر
اس کا نام ظلیت ہے تو اگر کوئی مکر اسامی مع اعانت ﴿فہذا ہم القادسہ﴾ واقع ملہ ابوہم کہ خاتم النبیین

کے کمالات کو ظلال انبیاء ماسبق قرار دے کر انکار نبوت کی دلیل پیش کرے تو پھر آپ کیا جواب دے سکا
گے۔ شاید اگر آپ یہ جواب دیں کہ بعض کمالات پیغمبر آخر الزماں کے اس قبیل کے ہیں کہ انبیاء ماسبق
میں موجود نہیں تو پھر علی تقدیر التسلیم یہ کہہ سکتا ہے کہ اس شخص کے پاس کمالات بھی اسی قسم کے ہیں کہ وہ
انبیاء ماسبق اور خاتم النبیین میں نہیں پائے جاتے جیسا کہ انگریزی، فارسی، عربی، اردو زبان میں الہامات کا
نازل ہونا اور ﴿الارض والسماء معک کما ہو معی و خلقت لک لیلاً ونهاراً﴾

قال (گنگوہی): مولانا بندہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ صاحب اور سب لوگ ان کے ان
مقالات کو حق تصور کرو یا ان کو ایسا ہی اعتقاد رکھو جیسا وہ کہتے ہیں۔ یہ مطلب ہرگز نہیں ہو سکتا ہے کہ
انہوں نے یہ سب افترا کیا ہے یا ان کو یہ امور بطور القاء شیطانی پیش آئے ہوں یا حدیث انفس کی قسم
کے خطرات ہوں یا واقعی الہامات من اللہ تعالیٰ ہوں۔ مگر اس میں ان کی خیلہ اور ہوا جس کا اختلاط ہو
گیا ہو یا اختلاط نہیں ہوا مگر ان کی تاویلات کچھ اور ہوں یا حق ہوں اور اس کے معنی درست اور صحیح
ہوں کہ جس سے کوئی امر غیر مشروع مراد نہیں مگر بہر حال تکفیر کسی وجہ اور شق پر جائز نہیں اگر القاء
شیطانی ہی ہو وے تاہم اس وقت تک کوئی وجہ ارتداد اور تکفیر کی نہیں پیدا ہو سکتی۔

اقول (مولانا لدھیانوی): اگر آپ کا یہ مطلب نہیں تھا تو آپ مولوی عبدالقادر شاہ دین
اپنے مریدوں کو کتاب براہین کی ترویج سے کیوں مانع نہ آئے اور جو آپ نے احتمالات ستہ مقالات
اس کے بیان فرمائے ہیں اگرچہ فی حد ذاتہ محتمل ہیں لیکن جب آپ نے اس کی ولایت سے انکار
ظاہر کیا تو احتمالات ثلاثہ اخیر جو اقسام الہامات سے ہیں ہرگز اس مقام میں جاری نہیں ہو سکتے۔ احتمال
اول واقعی تصور کیا جائے تو صاحب مقالات کے کفر پر آیت ﴿ومن اظلم ممن افتری علی اللہ
کذباً و قال او حی الی ولم یوح الیہ شیء﴾ بوجہ کمال دلالت کر رہی ہے۔ باقی احتمال ثانی
و ثالث اگرچہ فی حد ذاتہ ممودی بہ تفسیق و تضلیل نہیں ہیں لیکن القاء شیطانی اور شہوات نفسانی کو
قطعیات رحمانی قرار دینا کفر صریح اور ارتداد قبیح ہے بہر حال کلیہ آپ کا تکفیر اس کی کسی وجہ اور شک

کہ ہاں میں بڑیہ کے مقام سے بھی گر پڑا۔

قال (گنگوہی): اور فرمانا کہ دعویٰ اس کا انبیاء سے بڑھ کر ہے اس عاجز کی فہم میں نہیں آتا۔

القول (مولانا لدھیانوی): دعویٰ الارض والسماء معک کما هو معی کا

مطلب یہ ہے کہ میں نے تو کوئی آیت اس مضمون کی جو کسی پیغمبر کی شان میں نازل ہوئی ہو پیش کریں۔

قال (گنگوہی): مولانا! کسی مسلمان کی تکفیر کر کے اپنے ایمان کو داغ لگانا اور مواخذہ اخروی

یہ کلمات نادانی و حماقت ہے۔

القول (مولانا لدھیانوی): اسی طرح جو شخص اہل قبلہ ہو کر ضروریات دینی سے انکار ظاہر

کے اور کلمات کفریہ زبان پر لائے اس کی تحلیل و تفسیق و تکفیر سے اعراض کر کے مسلمان قرار

دینا کہ اسے بار جہالت و ضلالت لینا سخت حماقت ہے۔ اسی جہت سے علماء شریعت قدیم الایام

نے اس پر پلے آتے ہیں کہ جب کسی شخص سے کوئی کلمہ خلاف شریعت سرزد ہوا اسی وقت تکفیر

بھلائی کے لوگوں کو متنبہ کر دیا کرتے ہیں کیونکہ اس توقف اور سکوت میں اہل اسلام کے عقائد کو

قلم بند نہ ہوتا ہے۔ دیکھئے منصور کو علماء وقت نے باوجود غلبہ حال کے مرواؤ الا اگر اسی کا نام نادانی

اور حماقت ہے تو کل علماء امت آپ کے فرمان کے مطابق سخت نادان و احمق ہوئے۔ اب زمانہ

احزاب کل ذی رائی یرائہ ولعن آخر الامۃ اولہا کا بموجب فرمان واجب الافغان

اعلیٰ کے آگے۔

قال (گنگوہی): یہ بندہ جیسا اس بزرگ کو کافر فاسق نہیں کہتا ان کو مجر د ولی بھی نہیں کہہ سکتا

صالح مسلمان سمجھتا ہوں۔

القول (مولانا لدھیانوی): جب آپ اپنی تحقیق یا مقدم میں اس پر مغتری ہونے کا احتمال

بادی کرچے ہیں تو اب آپ اس کو صالح مسلمان کس طرح قرار دیتے ہیں۔ اگر کلام بعض احتمال یہ

ظہور فرماتے ہیں تو کلام بعض آخر کافر و مجر د اور ولی کے علم کا لئے میں آپ کو کیا تر دے۔

قال (گنگوہی): اور ان کے ان کلمات کو اگر کوئی پوچھے تاویل اور خود اس سے اعراض

و سکوت ہے فقط والسلام۔

اقول: (مولانا لدھیانوی) جو تاویلات آپ بیان کر چکے ہیں ان پر جو خدشات میرے ذہن

ناقص میں آئے عرض کر چکا ہوں اگر کوئی اور تاویل آپ کے ذہن میں ہے اس کو تحریر فرمادیں۔ واضح

رہے کہ مقالات اس شخص کے قابل تاویل ہیں کہ جس شخص کی ولایت میں شک نہ ہو اور دنیا

داروں سے از بس متنفر ہو۔ البتہ ایسے شخص سے اگر کوئی کلمہ احیاناً غلبہ حال میں خلاف شرع صادر ہو تو

اس کی تاویل کے درپے ہونا یا اس کو معذور سمجھ کر سکوت کرنا اہل تصوف نے اختیار کیا ہے اور تقلید ان

کلمات کی اہل تصوف کے نزدیک بھی ہرگز جائز نہیں۔ امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ جلد اول

مکتوبات بت وسوم میں فرماتے ہیں۔ وما وقع من بعض المشائخ فی السكر من مدح

الکفر فمصرف عن الظاهر وانهم معذرون وغیر السکار ی غیر معذور فی

تقلیدہم لا عندہم ولا عند اهل الشرع در مکتوبات جلد دوم نوشتہ بودند کہ شیخ عبدالکریم

یمینی گفتہ است کہ حق سبحانہ و تعالیٰ عالم بغیب نیست مخدوما! فقیر را تاب استماع امثال این سخنان

ہرگز نیست بے اختیار رگ فاروقیم در حرکت می آید و فرصت تاویل و توجیہ آن نمیدہد قائل آن شیخ کبیر

یمینی باشد یا شیخ اکبر شامی کلام محمد عربی در کار است نہ کلام محی الدین عربی و صدر الدین قونوی

و عبدالرزاق کاشی مارا بنص کار است نہ بنقص فتوحات مدینہ از فتوحات مکیہ مستغنی ساختہ است حق

تعالیٰ در کلام مجید خود را بعلم غیب خودی ستاید نفی علم غیب کردن از سبحانہ بسیار مستح و مستکہ است و فی

الحقیقت تکذیب است بر حق سبحانہ غیب را معنی دیگر گفتن از شاعت نمی برآورد کبرت کلمۃ

تخرج من افواہہم فی الیت شعری ما حملہم علی التفوہ بامثال ہذہ الکلمات

الصریحۃ فی خلاف الشریعۃ منصور اگر انا الحق گوید و ببطامی سبحانی معذور نہ و مغلوب

در غلبات احوال اما میں قسم کلام مبنی بر احوال نیست تعلق بعلم و مستند تاویل است عبدالرحمن شاید و بیچ

۳۰۔ ایسے دریں مقام مقبول نیست ﴿فان كام السكاري يحمل ويصرف عن الظاهر لا غير﴾ و اگر متکلم اس کلام مقصود از اظہار اس کلام ملامت خلق داشتہ باشد و نفرت لہنہا آن نیز مستکرہ است و مستحسن از برائے تحصیل ملامت راہ ہا بسیار است بچہ ضرورت کسی را تا بسر حد کفر رساند۔

پس جب اہل تصوت غیر مغلوب الحال صوفی کے کلمات پر یہ تشدد فرما رہے ہیں تو علماء شرع ایسے شخص کے مقالات پر جو اہل کفر اور اہل رفس کی تعریف بسبب نفع دنیاوی اس قدر کر رہا ہے کہ ان کو اپنا مقدوم اور سید اور حضرت قرار دے رہا ہے اور جو اہل اسلام اس کی کتاب کے خریدنے سے اعراض کرتے ہیں ان کی مذمت اخبار نویسوں کی طرح اپنی کتاب میں کر رہا ہے کیونکر تشدد نہ کریں۔ آپ کی تحقیق مقتضی اس امر کی ہے کہ امام نیچر بھی معاذ اللہ صالح بلکہ صالح مسلمان قرار دیا جائے کیونکہ ہفتوات اس کی عقلی طور پر ہیں یعنی وہ اس شخص کی طرح اللہ تعالیٰ پر افتر نہیں کرتا کہ میرے پر یہ کلمات اللہ کی طرف سے نازل ہوئے ہیں۔ بہر حال اس کو صالح مسلمان قرار دینا اور اس کی کتاب کی ترویج سے مانع نہ آنا آپ کا گویا عوام اہل اسلام کے واسطے جو تاویل کا نام تک نہیں جانتے آپ نے گمراہ کرنے کا سامان محقق طور پر از سر نو پیش کیا ﴿ان الله وانا لله﴾ ویکھئے صاحب درمختار نے مطالعہ کلمات ابن عربی سے کس قدر تہدید نقل کی ہے کہ ان شاء اللہ العزیز حضرت احدیت میں ہم لوگ مکفرین مصنوعی پیغمبر و دجال اور جناب گروہ ماولین میں شمار کئے جاویں گے ﴿والله اعلم و علمہ اتم﴾

فقط دار السلام رقیہ محمد لدھیانوی و عبد اللہ و اسمعیل عفی عنہم ۱۔



دار الافتاء

مسلم عورت سے قادیانی کے نکاح کا حکم

استفتاء

- ۱۔ ﴿ما قولکم ایہا العلماء الکرام﴾ مرزا غلام احمد قادیانی کو مجدد مہدی، مسیح موعود پیغمبر اور صاحب وحی والہام ماننے والے مسلم ہیں یا خارج از اسلام اور مرتد۔
- ۲۔ بہ شکل ثانی اس (مرزائی) کا نکاح کسی مسلمہ یا غیر مسلمہ یا ان کی ہم عقیدہ عورت سے شرعاً درست ہے یا نہیں؟
- ۳۔ بہ صورت ثانیہ جس عورت کا نکاح ان لوگوں کے ساتھ منعقد کیا گیا ہے (کیا) ان کو اختیار حاصل ہے کہ بغیر طلاق اور بلا عدت کسی مرد مسلم سے نکاح کر لیں۔ ﴿بینوا آجرکم علی اللہ تعالیٰ﴾

سائل

مولانا مولوی احمد مختار میرٹھی

۸ شعبان المعظم ۱۳۲۸ھ

الجواب

- ۱۔ ﴿لا اله الا الله محمد رسول الله ﷺ﴾ کے بعد کسی کو نبوت ملنے کا جو قائل ہو وہ تو مطلقاً کافر مرتد ہے اگرچہ کسی دلی یا صحابی کے لیے مانے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿ولکن رسول و خاتم

اس ہے کہ زنا اور اس سے جدا ہو جائے کہ زنا سے بچے اور طلاق کی کچھ حاجت نہیں بلکہ طلاق کا کوئی عمل ہی نہیں۔ طلاق تو جب ہو کہ طلاق ہوا ہو طلاق ہی سرے سے نہ ہوا نہ اصلاً عدت کی ضرورت کہ زنا سے بچے عدت نہیں۔ بلا طلاق و بلا عدت جس مسلمان سے چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ درختار میں ہے: (کیج کافر مسلمة فولدت منه لا یثبت النسب منه ولا یجب العدة لانه نکاح باطل ہے) "کافر نے مسلمان عورت سے نکاح کیا جس سے اولاد ہوئی تو اس سے نسب ثابت نہ ہوگا۔ عدت نہ عدت واجب نہ ہوگی کیونکہ یہ نکاح باطل ہے۔ درختار میں ہے: طلاق فالحول طنی فیده زنا لا یثبت به النسب" یعنی اس (نکاح) میں طنی زنا ہے جس سے نسب ثابت نہیں ہوتا۔" ۳۱

واللہ اعلم بالصواب



خدا کی قدرت

اسن ابی حاتم کی مرفوع حدیث میں ہے کہ مجھے اجازت دی گئی ہے کہ میں تمہیں عرض سے اٹھانے والے فرشتوں میں سے ایک فرشتے کی نسبت خبر دوں کہ اس کی گسروں اور اس سے نیچے تک کی لو کے درمیان اتنا فاصلہ ہے کہ اڑنے والا پرندہ سات سو سال تک اس کا پاجا پائے۔ اس کے استاد بہت عمدہ ہے اور اس کے سب راوی ثقید ہیں۔

۳۱ تفسیر ابن کثیر جلد ۵ ص ۴۲۰

۳۲ رد المحتار جلد ۳ ص ۴۲۰

۳۳ الروای قاضی جلد ۲ ص ۳۸۰

۳۴ ترمذی جلد ۱ ص ۱۰۲

النبیین ﷺ لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

وقال ﷺ (انا خاتم النبیین لا نبی بعدی) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں لیکن قادیانی تو ایسا مرتد ہے جس کی نسبت تمام علمائے کرام مرتدین شریکین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے کہ وہ من شک فی کفره فقد کفر (جس نے اس کے کفر میں شک کیا وہ کافر ہو گیا) اسے معاذ اللہ کج موقع یا مہدی یا مجدد یا ایک ادنیٰ درجہ کا مسلمان ہانا تو درکنار جو اس کے احوال ملعونہ پر مطلع ہو کر اس کے کافر ہونے میں ادنیٰ شک کرے وہ خود کافر مرتد ہے۔ ۳۲ قادیانی عقیدے والے یا (مرتد) قادیانی کو کافر مرتد نہ ماننے والے مردوخہ عورت کا نکاح اصلاً ہرگز کسی مسلم کافر مرتد یا اس کے ہم عقیدہ یا مخالف العقیدہ غرض تمام جہان میں انسان حیوان جنس بشر یا طین کسی سے نہیں ہو سکتا اور جن سے ہوگا زنائے فاحش ہوگا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا کافرة اصلية وکذا لک لا یجوز نکاح المرتدة مع احد کذا فی الممسوط" "مرتد کو کسی مرتدہ یا مسلمہ یا کافرہ عورت سے نکاح جائز نہیں۔ ایسے ہی مرتدہ کو کسی مرتد سے نکاح جائز نہیں جیسا کہ مسبوط میں ہے۔"

اسی میں دربارہ تصرفات مرتد ہے: "ما هو باطل بالاتفاق نحو المکاح فلا یجوز له ان یتزوج امرأة مسلمة ولا مرتدة ولا ذمیة ولا حریة ولا مملوكة" "بعض وہ چیز کہ نہ بالاتفاق باطل ہیں جیسے نکاح تو اس کے لیے کسی مسلمہ مرتدہ اور اصلی کافرہ اور ذمی عورت سے اور لونڈی سے نکاح باطل ہے۔"

۳۳ جس مسلمان عورت کا غلطی خواہ جہالت سے کسی کے ساتھ نکاح باندھا گیا اس پر فرض عرس

۳۴ ترمذی جلد ۲ ص ۴۵

۳۵ سورة الاحزاب ۴۰

۳۶ فتاویٰ عالمگیری جلد ۳ ص ۳۱۱

۳۷ فتاویٰ عالمگیری جلد ۲ ص ۴۵

بذم اطفال

☆ مسیہ کذاب نے نبوت کی جھوٹی دعویٰ اور عورت سے نکاح کیا اس کا کیا نام تھا؟

● سبوح بنہت الحارث بن عقیل

☆ سبوح کیسی عورت تھی؟

● سبوح کا خاندانی تعلق بنی ثکلب سے تھا اور یہ مذہباً عیسائی تھی۔ سبوح انبنائی حسین ذہیل اور باتیں بنانے کے فن میں ماہر تھی۔ اسی ہوشیاری کے سبب وہ بہت جلد لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا چکی تھی۔

☆ کیا مسیہ اور سبوح دونوں جھوٹوں کا مقابلہ بھی ہوا؟

● جی ہاں! سبوح مسیہ سے جنگ کرنے کے لیے جب بنی حنیفہ کی طرف روانہ ہوئی تو مسیہ کو اس کا علم ہو گیا۔ مسیہ نے ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے اسے مخالف اور خیر سگالی کا بیچام بھیجے ہوئے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔

☆ اس ملاقات کا کیا انجام ہوا؟

● اس ملاقات میں مسیہ نے سبوح کے دل و دماغ پر قابو پا لیا اور انہوں نے آپس میں شادی کر کے ہوئے خود ساختہ نبوت کو آپس میں بانٹ لیا۔

☆ کیا اس شادی میں کوئی حق مہر بھی مقرر ہوا؟

● مسیہ نے اس شادی کی خوشی میں اپنے اور سبوح کے بیوہ کا دل کو خیر اور عطیہ کی غماز میں معاف کر دیا۔

قاضی احمد علی صاحبزادہ احمد نورانی صاحبزادہ

(اور)

پروفیسر حضرت عسویٰ الیاز خان چغازی

کی قائم کردہ مجاہدین شہید نبوت پر مشتمل تنظیم

فِلا المایٰ ختہ المیٰ نبوت

اشاعت اسلام خصوصاً تحفظ ختم نبوت کے لیے میدان عمل میں ہے۔ 1973ء میں قائم کیا گیا۔

☆ ختم فدایان ختم نبوت کی 1995ء میں ”تحریک فدایان ختم نبوت“ کے نام سے تنظیم کی گئی۔

☆ 2000ء میں ”تحریک فدایان ختم نبوت“ اور ”تحریک تحفظ ختم نبوت“ کو ختم کر کے ہم ہوادہ تنظیم ”فدایان ختم نبوت“ کی بنیاد رکھی گئی۔

☆ اس وقت فدایان ختم نبوت پاکستان کے مرکزی امیر شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظہ خادمہ مسکنہ حموی اور مرکزی ناظم اعلیٰ فطیپ پاکستان حضرت مولانا خان محمد لاہوری ہیں۔ ان حضرات کی اہم اصل اور محرک قیادت نے فدایان ختم نبوت کو ختم نبوت کے تحفظ کے لیے بہت جلد احیاء و انصاف کی جدوجہد اور نفاذ کردہ تنظیم بنایا ہے۔

☆ فدایان ختم نبوت کے جملہ عہدیداران کی جانب سے تمام مؤمنین کو اس قائلہ مطلقہ حق کی شہادت کی دعوت ہے کہ آئیں اور اہلسنت کی چھید و پاشی کو عمل قیادت کے ساتھ جوقیادہ ختم نبوت کا ہم قدم بنیں۔

خوش خبری
ماہنامہ
العاقب

تابعہ روزگار، امام المتکلمین، قائد حریت، قائد تحریک آزادی

حضرت فضل حق خیر آبادی
علامہ مولانا

(۱۸۶۸ء.....۱۷۹۷ء)

کی حیات و خدمات



خراج تحسین پیش کرنے کے لیے جلد ایک

تاریخی نمبر

شائع کر رہا ہے۔